امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۱۳ر محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳ر اگست ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 33

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
■ عورتوں کا دائرہ عمل اور اس کے فرائض
■ تیمارداری ایک انسانی حق
■ مسلمانوں کی موجودہ صورت حال
■ قمری تقویم ۔۔ مسلم لڑکیوں میں ۔۔
■ اخبار جہاں، طب وسائنس، ہفتہ رفتہ

نادان دوستوں سے خود کو بچائیے

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دوستی اچھی چیز ہے اور اسے سماجی زندگی کی پہچان اور شناخت کہا جاتا ہے، یہ رشتہ داری سے الگ ایک تعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے انسان تقویت محسوس کرتا ہے اور وقت پڑنے پر بہت سارے مسائل ان کے ذریعہ حل بھی ہوتے ہیں؛ لیکن سارے دوست ایسے نہیں ہوتے، باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ دوست تین قسم کے ہوتے ہیں، جانی، مالی اور دسترخوانی، جانی دوست قسمت والوں کو ملتے ہیں اور ان کی تعداد انتہائی کم ہوتی ہے، ایسے دوست، دوست کے دست وبازو بن جاتے ہیں اور بقول سعدی ''دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست، در پریشان حالی ودرماندگی''، وہ آخری حد تک آپ کو پریشانی سے نکالنے کے لیے آپ کے معاون بن جائیں گے، آپ کے دفاع میں کھڑے ہو جائیں گے اور وقت آیا تو آپ کی طرف آنے والے ہر تیر کا رخ اپنی طرف کرلیں گے، اور آپ کے لئے ڈھال کا کام کریں گے، ایسے دوست اللہ کی بڑی نعمت ہیں اور آخری حد تک ان کی قدر دانی کی جانی چاہیے؛ لیکن ایسے دوست عموماً دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتے۔

دوست کی دوسری اور تیسری قسم مالی اور دسترخوانی میں بڑی مماثلت ہے، ایک مال کی وجہ سے آپ سے قربت حاصل کرتا ہے، دوسرا دسترخوان کا شریک وسہیم رہتا ہے، دوستی کی اسی قسم میں وہ لوگ بھی آتے ہیں، جو آپ کے عہدے، منصب، جاہ وحشمت کی وجہ سے آپ سے قریب ہو جائیں، یعنی اس قسم کی دوستی کسی نہ کسی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے، ظاہر ہے مال آنی جانی ہے، آج ہے کل نہیں مال گیا تو دسترخوان سجانے کی استطاعت بھی چلی گئی یہی حال عہدے اور منصب کا ہے آج آپ پاور فل ہیں تو دسیوں لوگ آپ کے دوست بن جائیں گے اور آپ کمزور ہوئے تو مجمع آپ کے گرد سے چھٹ جائے گا؛ کیوں کہ ان کو آپ سے فائدہ اٹھانا ہے، کوئی دوست ترقی کے لیے آپ سے قریب ہو گیا ہے اور کوئی غرض نہ ہو تو کم از کم ایسے لوگوں کی یہ غرض تو ضروری ہوتی ہے جسے غالب نے اپنے لفظوں میں کہا ہے۔

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

ایسے دوستوں کو پہچان لینا انتہائی ضروری ہے، ورنہ کبھی بھی ان سے نقصان پہونچ سکتا ہے اور کبھی بھی وہ پالا بدل کر آپ کی پیٹھ میں خنجر بھونک سکتے ہیں، پھر ایک شعر نوک قلم پر آگیا:

دیکھا جو تیر کھا کر کمین گاہ کی طرف ☆☆☆ اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

دوستوں میں ایک بڑی تعداد نادان دوستوں کی بھی ہوتی ہے، وہ آپ کو بظاہر کوئی نقصان پہونچانے کا ارادہ نہیں رکھتے؛ لیکن وہ عقل سے عاری اور دماغ سے خالی ہیں، ایسے دوست کی محبت سے بھی نقصان پہونچ جاتا ہے، مولانا روم نے مثنوی میں ایک تمثیل لکھی ہے کہ ایک چوہے اور کچھوے میں گہری دوستی ہوگئی، دونوں ایک دوسرے کے بغیر رہنا گوارہ نہیں کرتے؛ لیکن ایک خشکی کا جانور تھا اور ایک پانی کا، اس لیے ان کا ہر وقت ساتھ رہنا عملاً ممکن نہیں تھا، چنانچہ چوہے نے یہ تجویز رکھی کہ کیوں نہ ہم دونوں پاؤں میں دھاگا باندھ لیں، جب میری ملاقات کی خواہش ہوگی ڈور ہلا دوں گا اور تم آجانا؛ چنانچہ اس تجویز کے مطابق ایک دھاگہ دونوں نے پاؤں میں باندھ لیا، اب ایک سرے پر چوہا تھا اور دوسرے سرے پر کچھوا، تجویز کے مطابق دونوں کی ملاقات بھی ہوتی رہی، ایک دن ایک گدھ نے چوہے کو دیکھ لیا اور اس پر جھپٹا مارا، اور چوہے کو اپنی چونچ میں پکڑ کر اڑا ظاہر ہے کہ کچھوا بھی اس کے ساتھ پانی سے نکل گیا اور نکلتا ہوا فضا میں پہونچ گیا، لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کر خوب تالیاں بجائیں، ان کی تفریح کا سامان ہوگیا، مولانا روم نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نادان کی دوستی سے جان پر بھی بن آتی ہے اور آدمی تماشہ بن جاتا ہے، اس لیے نادان دوستوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ایک اور قصہ نصابی کتاب میں بچپن میں پڑھا تھا کہ ایک بادشاہ نے بندر کو اپنی خدمت پر لگایا، اس کی ڈیوٹی تھی کہ جب بادشاہ سو جائے تو اس کو پنکھا جھلتا رہے، ایک دن بادشاہ سو رہا تھا اور بندر پنکھا جھل رہا تھا کہ ایک مکھی آکر بادشاہ کے ناک پر بیٹھی، بندر نے بہت اڑانے کی کوششیں کی؛ لیکن وہ پھر سے آکر بیٹھ جاتی، بندر کو بہت غصہ آیا، اس نے تلوار اٹھا کر بادشاہ کی ناک پر دے مارا، مکھی تو بھلا کیا مرتی وہ تو اڑگئی، البتہ بادشاہ کی ناک کٹ گئی، اس قصہ میں بھی یہ سبق ہے کہ نادان سے قربت کے نتیجے میں کبھی ناک بھی کٹ جاتی ہے، گو اس کا احساس اکثر وبیشتر وقوع کے بعد ہی ہوتا ہے۔

ایسے متعلقین اور دوست ضروری نہیں کہ تلوار سے ہی گزند پہونچائیں، ان کی زبانیں بھی اتنی دراز ہوتی ہیں کہ ان سے آپ کو نقصان پہونچ سکتا ہے، اور یہ تلوار کی بہ نسبت زیادہ ضرب کاری ہوتا ہے؛ کیوں کہ تلوار کے زخم بھر جاتے ہیں، اور زبان کا زخم بھر نہیں پاتا، ہمیشہ ہرا ہی رہتا ہے، ان کا کوئی ارادہ آپ کو نقصان پہونچانے کا نہیں ہے؛ لیکن انہوں نے آپ کی حمایت میں غیر ضروری زبان درازی کی، اس کا نقصان آپ کو پہونچ گیا، کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے وہ انسانیت کی وجہ سے شاخ پر وار کرے اور آپ کی جڑ کٹ کر رہ جائے ایسے دوستوں کی نیت بُری نہیں ہوتی؛ لیکن الفاظ اپنا کام کر جاتے ہیں، کبھی کبھی بعض دوست آپ کی تعریف وتوصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیں گے؛ تاکہ وہ آپ کو خوش کرسکیں، ایسے دوست آپ کو غفلت میں رکھنے کا سبب بنتے ہیں اور آپ حقیقت احوال سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں، جس کا نقصان آپ کو بھی پہونچتا ہے اور سماج کو بھی، حضرت امیر شریعت رابع سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ملت کو سب سے زیادہ نقصان خوشامد کرنے والوں نے پہونچایا، وہ حقیقی صورت حال کے بجائے قائدین کی تعریف کرتے رہے، جس کی وجہ سے بر وقت اور فوری اقدام جو کئے جاسکتے تھے نہیں کیے جاسکے۔ ایسے لوگ خود بھی جانتے ہیں کہ وہ غلط بیانی کر رہے ہیں، آپ اگر ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ اگلے کی تعریف میں ایران طوران کی ہانک رہے ہیں تو ان کے چہرے اور آنکھوں سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اگلے کو بے وقوف بنا رہا ہے، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ایسی تعریف کو ''بدخوش کرنی'' کہا کرتے تھے، اس لیے اگر آپ عقل وشعور رکھتے ہیں تو ایسے نادان دوستوں سے بھی بچنے کی کوشش کیجئے جو آپ کو اندھیرے میں رکھ کر آپ کی تعریف کرکے برباد کرنے کے درپے ہیں۔

ایک مقولہ بہت مشہور ہے کہ نادان دوست سے عقل مند دشمن زیادہ بہتر ہے، ایک واقعہ کسی کتاب میں نظر سے گذرا کہ دو شیر میں آپس میں رقابت ہوگئی، ایک شیر کمزور تھا، ایک دن دوسرے شیر نے دیکھا کہ اس پر کتے بھونک رہے ہیں، وہ فوراً اس کی مدد کو پہونچا اور کتوں کو بھگایا، کسی نے پوچھا کہ یہ تو تمہارا دشمن ہے، تم اس کو بچانے کے لیے کیوں آگے آئے، اس نے کہا کہ دشمنی اپنی جگہ؛ لیکن میں ایسا کمینہ نہیں ہوں کہ شیر پر کتے بھونکے اور ان کی اس جرأت بے جا کا تماشہ دیکھوں، معلوم ہوا کہ عقل مند دشمن کبھی آپ کے کام بھی آسکتا ہے، اس لئے کہ وہ دشمنی کے حدود وقیود سے واقف ہے اور جو نادان دوست ہے وہ دوستی کے حدود وقیود سے ناواقف ہے، اور اس کی ناواقفیت آپ کو نقصان سے دوچار کرسکتی ہے۔

> **حضرت امیر شریعت رابع سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ملت کو سب سے زیادہ نقصان خوشامد کرنے والوں نے پہونچایا وہ حقیقی صورت حال کے بجائے قائدین کی تعریف کرتے رہے، جس کی وجہ سے بر وقت اور فوری اقدام جو کئے جا سکتے تھے نہیں کیے جا سکے۔ ایسے لوگ خود بھی جانتے ہیں کہ وہ غلط بیانی کر رہے ہیں، آپ اگر ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ اگلے کی تعریف میں ایران طوران کی ہانک رہے ہیں تو ان کے چہرے اور آنکھوں سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اگلے کو بے وقوف بنا رہا ہے۔**

اخلاقی بیماری

''ہم نفرتوں کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ نعمتیں بانٹنے والے کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ☆ حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس لئے اپنی حد میں رہنا سیکھو کیوں کہ پانی حد سے بڑھ جائے تو سیلاب بن جاتا ہے، اور انسان حد سے بڑھ جائے تو شیطان بن جاتا ہے ☆ ہر شخص اپنا درخت الگ الگ لگانا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انسانیت کا باغ تیار نہیں ہوتا ☆ خود کی ترقی میں اتنا وقت لگا دو کہ کسی دوسرے کی برائی کرنے کے لئے وقت ہی نہ ملے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''سنگین قسم کے جرائم میں ملوث افراد سے سیاست کو پاک رکھنے کی وکالت سبھی سیاسی جماعتیں کرتی ہیں؛ لیکن عملی طور پر اس کے برعکس کیے جاتے ہیں، عام لوگوں کی طرح سیاسی جماعتیں بھی جرائم پیشہ عناصر کے سیاست میں آنے پر تشویش کا اظہار کرتی ہے؛ لیکن امیدوار کے انتخاب کے وقت یہ معیار پس پشت چلا جاتا ہے اور صرف کامیاب ہونے کی ضمانت پر ہی امیدوار کو ٹکٹ دیا جاتا ہے، کوئی بھی پارٹی اس دہرے معیار سے مستثنیٰ نہیں ہے۔'' (اداریہ دیش انتی ۱۲ر اگست)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں --- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

وعدہ خلافی نہ کرو

''مومن کامل کے اوصاف میں سے ہے کہ جب وعدہ کرے تو وعدہ پورا کرے، تنگ دستی، بیماری اور جنگ کے موقع پر صبر سے کام لے، یہی لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں اور یہی تقوی والے ہیں'' (سورہ بقرہ: ۱۷۷)

مطلب:۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے مومن کے چند بنیادی اوصاف بیان کئے ہیں، آغاز آیت میں ایمانیات کا تذکرہ کیا گیا، پھر معاملات کی اصلاح پر توجہ دلائی گئی، بعد ازاں جانی ومالی عبادت پر ابھارا گیا، اس کے بعد اخلاقی تعلیمات پر زور دیا گیا کہ جب وعدہ کرو تو پورا کرو'' **ان العہد کان مسئولا**'' وعدہ کی باز پرس ہوگی، تمام وعدوں میں سے سب سے پہلے انسان پر اس عہد کا پورا کرنا واجب ہے، جو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ہوا ہے، علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ یہ عہد ایک تو وہ فطری معاہدہ ہے جو روز اَلست کو بندوں نے اپنے خدا سے باندھا اور جس کا پورا کرنا ان کی زندگی کا پہلا فرض ہے اور دوسرا وہ وعدہ ہے، جو خدا کا نام لے کر کسی بیعت اور اقرار کی صورت میں کیا گیا اور تیسرا وہ وعدہ جو عام طور سے قول وقرار کی شکل میں بندوں میں آپس میں ہوا کرتا ہے اور چوتھا عہد وہ ہے جو اہل حقوق کے درمیان فطرۃً قائم ہے اور جن کے ادا کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار کو نہیں توڑتے اور جو خدا نے جن تعلقات کے جوڑنے کا حکم دیا ہے، ان کو جوڑے رکھتے ہیں، اب جو بندہ بدعہدی کرے گا وہ دین کی روح سے محروم رہے گا اور وہ منافق سمجھا جائے گا، قرآن پاک میں منافقوں کے سلسلہ میں ہے کہ ان کی بدعہدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دل میں نفاق پیدا ہو گیا''**فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم**'' اس کا اثر ان کے دل میں خدا نے نفاق رکھا ہے، ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تین باتوں کا ذمہ لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کا ذمہ لیتا ہوں، جب بولو تو سچ بولو اور جب وعدہ کرو تو پورا کرو اور جب امین بنو تو خیانت نہ کرو، ان آیات وروایات سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو پوری صداقت اور عزیمت کے ساتھ ایفاء عہد کرنا چاہئے، وعدہ خلافی کرنا انسانیت اور شرافت سے گری ہوئی حرکت ہے، دنیا کے تمام معاملات میں وعدہ کا پکا اور سچا ہونا چاہئے، سمندر اپنا رخ پھیر دے تو پھیر دے، پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے، مگر کسی مسلمان کی یہ شان نہ ہو کہ منہ سے جو کہے اس کو پورا نہ کرے اور کسی سے جو قول وقرار کرے اس کا پابند نہ رہے، وہ قول مرداں جاں دارد کا مصداق بنا رہے، یہی لوگ اپنے رب کے یہاں راست باز ٹھہریں گے ''**اولئک ھم المتقون**'' اور یہی لوگ ہیں جو اس کی نگاہوں میں حقیقی متقی ہیں۔

عورت-پردہ ہے

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت گویا ستر ہے (یعنی جس طرح ستر کا چھپاء رہنا چاہئے اسی طرح عورت کو گھر میں پردے میں رہنا چاہئے) جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیاطین اس کو تاکنے اور اپنی نظروں کا نشانہ بناتے ہیں'' (جامع ترمذی شریف)

وضاحت:۔ عہد جاہلیت میں عورتوں کی کوئی عزت، کوئی حرمت، کوئی قیمت نہ تھی، اسلام نے اس کے سر پر وقار واحترام کا تاج رکھا اور انسانی حقوق کے اعتبار سے عورت ومرد میں کوئی فرق وامتیاز نہیں رکھا، جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت میں یکساں قانون بنایا اور اس باب میں مردوں کی جنسی بے راہ روی کے انسداد کے لئے حفاظتی تدابیر کا بند باندھا اور عورتوں کے لئے حجاب و پردہ کو لازم قرار دیا، کیونکہ نظر اور نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو زہر آلود ہے، جو کسی اجنبی عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے گا تو حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جائے گا، اس لئے حکم دیا گیا کہ اگر کوئی مسلمان عورت اپنی کسی ضرورت سے گھر سے نکلیں تو چہرہ چھپا کر نکلیں یعنی اپنی قمیص اور اوڑھنی کے اوپر ایک چادر اوڑھ لے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شریف عورت ہے اور کسی کے دل میں گندے خیالات پرورش نہ پاسکے، اس وقت عام طور سے برائیاں بے پردگی اور نامحرم مردوں سے بے جا اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں جس سے سیرت وکردار کی دنیا تہہ وبالا ہو جاتی ہے، واقعات اور حالات اس بات کے گواہ ہیں کہ جب سے ہمارے معاشرے میں بے پردگی کا رواج بڑھا اس وقت سے آزاد محبت اور دوسرے جرائم کی شرح کہیں سے کہیں پہونچ گئی ہے، لہذا اگر آپ عیاشی اور بدکاری کو اپنے اور انسانیت کے لئے تباہ کن سمجھتے ہیں تو آپ کو سب سے پہلے بے پردگی کے ماحول کو ختم کرنا ہوگا اور ایسی فضا قیام کرنی ہوگی جس میں عفت وپاکدامنی کی نشو ونما ہو سکے، اللہ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اے نبی! مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے حق پاکیزگی ہے اور اللہ باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ کو دو چیزوں کی ضمانت دے دے ایک وہ چیز جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری چیز جو اس کے پیروں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ) تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، یعنی جو شخص مجھے اپنی دو چیزوں ''زبان اور شرمگاہ'' کو (معصیت سے محفوظ رکھنے) کی ضمانت دے دے، میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جو چیز جس قدر قیمتی اس کی حفاظت اسی قدر کی جاتی ہے تاکہ کوئی اس کو اچک نہ لے اسلام نے بھی عورتوں کو پردہ کر کے اس کی عزت کو بلند کیا تاکہ وہ بدنگاہی سے محفوظ رہ سکیں اور کسی اجنبی کو ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔

دینی مسائل

مفتی احکام الحق قاسمی

ایک عورت کے کہنے سے رضاعت کا ثبوت:

س: راشد اور سعد یہ دونوں خالہ زاد بھائی بہن ہیں، دونوں کے گارجین نے ان دونوں کے درمیان خوش اسلوبی سے نکاح کا رشتہ طے کر دیا، بعد میں راشد کی نانی نے دعوی کیا کہ ہم نے ناتی کو دودھ پلایا ہے جبکہ اس کا علم نہ تو راشد کی ماں کو ہے اور نہ ہی گھر کے کسی فرد کو، نانی کے اس دعویٰ پر کوئی گواہ بھی نہیں ہے، بہت ممکن ہے کہ گھریلو رنجش کی وجہ سے رشتہ ختم کرنے کی سازش ہو، سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

ج: رضاعت کا ثبوت دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ہوتا ہے، اگر کسی عورت کے پاس گواہی کا نصاب مکمل نہیں تو اس کے دعوی سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی:

"ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی فی امرأۃ شھدت علی رجل و امرأتہ انھا أرضعتھا فقال: لاحتی یشھد رجلان أو رجل و امرأتان" (السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الرضاع، باب شھادۃ النساء فی الرضاع: ۹۳/۸)

''ولاتقبل فی الرضاع الا شھادۃ رجلین أو رجل و امرأتین عدول'' (الفتاوی الھندیہ: ۳۴۷/۱)

''وأفاد أنہ لایثبت بخبر الواحد امرأۃ کان أو رجلا قبل العقد أو بعدہ'' (رد المحتار: ۴۲۰/۴)

لہذا صورت مسئولہ میں راشد کی نانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس نے اپنے ناتی (راشد) کو دودھ پلایا ہے گویا راشد اور سعد یہ آپس میں رضاعی ماموں بھانجی ہیں، لیکن ان کے پاس اس پر کوئی گواہ نہیں ہے، تو اگرچہ اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی اور دونوں کے درمیان نکاح شرعاً جائز ودرست ہے، لیکن بطور احتیاط بہتر یہ ہے کہ نکاح نہ کیا جائے کیونکہ نانی کے دعویٰ سے شبہ پیدا ہو گیا ہے اور شبہ سے بچنا چاہئے۔

بیوی کو میکہ چھوڑنے پر نفقہ:

س: میں معاش کے لئے باہر جا رہا ہوں گھر میں کوئی نہیں ہے، بیوی کو میکہ میں والدین وغیرہ سب ہیں، سفر سے واپسی تک بیوی میکہ ہی میں رہے گی، کیا اس درمیان کا نفقہ میرے ذمہ واجب ہوگا اگر ہوگا تو کتنا؟

ج: صورت مسئولہ میں بیوی کو میکہ میں آپ نے اپنی مرضی سے چھوڑا ہے اس لئے میکہ میں رہنے کی مدت کا نفقہ آپ کے ذمہ لازم ہوگا، نفقہ کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے، میاں بیوی دونوں اپنے حالات کو سامنے رکھ کر طے کر لیں:

''(قولہ تجب النفقۃ للزوجۃ علی زوجھا و کسوتھا بقدر حالھما) ای الطعام والشراب بقرینۃ عطف الکسوۃ والسکنی علیھا والاصل فی ذالک قولہ تعالیٰ: لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ" (سورۃ الطلاق: ۷)

ماں دوسری شادی کر لے اور نانی پرورش سے معذور ہو تو حق پرورش کس کو حاصل ہوگا:

س: میاں بیوی کے درمیان کسی وجہ سے طلاق کے ذریعہ جدائی ہوگئی دونوں کے درمیان ایک ۴/سال کا لڑکا ہے وہ کس کے پاس رہے گا، بچہ کی ماں دوسری شادی کر لے اور نانی بھی بیماری اور پیرانہ سال کی وجہ سے پرورش وپرداخت سے معذور ہو تو ایسی صورت میں حق پرورش کس کو حاصل ہوگا، دادی باحیات ہے اور وہ اپنے پوتے کی پرورش بحسن وخوبی کر سکتی ہے۔

ج: صورت مسئولہ میں زوجین کے درمیان تفریق کی صورت میں ۷/سال کی عمر تک لڑکے کی پرورش وپرداخت کا شرعاً حق ماں کو حاصل ہے، اگر ماں بچہ کے کسی غیر محرم سے نکاح کر لے تو اس کا حق پرورش ختم ہو جائے گا اور یہ حق اس کی نانی کو حاصل ہوگا، اگر نانی پرورش وپرداخت سے معذور ہو تو اب یہ حق اس کی دادی کو حاصل ہوگا:''احق الناس بحضانۃ الصغیر حال قیام النکاح أو بعد الفرقۃ الام...... وان لم یکن لہ ام تستحق الحضانۃ بان کانت غیر أھل للحضانۃ أو متزوجۃ بغیر محرم أو ماتت فام الام اولی من کل واحدۃ وان علت فان لم یکن للام ام فام الاب اولیٰ ممن سواھا وان علت'' (الفتاوی الھندیہ: ۵۴۱/۱)

خامسا: أن تکون قادرۃ علی خدمتہ، فلو کان بھا مرض یعجزھا عن القیام بمصالحہ لم تکن اھلا للحضانۃ'' (شرح الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ: ۵۲/۳)

مکان ٹھیکہ پر لے کر کسی دوسرے کو کم پیسہ پر ٹھیکہ دے کر کام کروانا:

س: ایک صاحب نے مکان کی تعمیر کیلئے ایک ٹھیکیدار کو بیس لاکھ روپئے پر ٹھیکہ دیا، ٹھیکیدار نے اٹھارہ لاکھ میں کسی دوسرے کو ٹھیکی دے کر کام کروا دیا، سوال یہ ہے کہ درست ہے یا نہیں اور پہلے ٹھیکیدار کیلئے دو لاکھ روپئے لینا حلال ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں جب صاحب مکان نے ٹھیکیدار سے مطلق معاملہ کیا کسی دوسرے ٹھیکیدار کو کام حوالہ نہ کرنے کی کوئی شرط نہیں لگائی تو ایسی صورت میں ٹھیکیدار کو اختیار ہے چاہے تو خود مزدور لگا کر کام کروائے یا کسی دوسرے ٹھیکیدار سے کم پیسہ پر کام کروائے دونوں صورتیں جائز ہیں اور درمیان کا نفع لینا بھی جائز ہے، لیکن اگر صاحب مکان نے یہ شرط لگا دی ہو کہ خود کرنا ہے کسی دوسرے ٹھیکیدار کو نہیں دینا ہے تو ایسی صورت میں اس ٹھیکیدار کیلئے جائز نہیں ہوگا کہ کسی دوسرے ٹھیکیدار کو دے کر کام کروائے:

وللاجیر أن یعمل بنفسہ واجرائہ اذا لم یشترط علیہ فی العقد أن یعمل بیدہ لان العقد وقع علی العمل، والانسان قد یعمل بنفسہ وقد یعمل بغیرہ ولان عمل اجرائہ یقع لہ فیصیر کانہ عمل بنفسہ الا اذا شرط علیہ عملہ بنفسہ لان العقد وقع علی عمل من شخص معین والتعیین مفید، لان العمال متفاوتون فی العمل فیتعین فلایجوز تسلیمھا من شخص آخر من غیر رضا المستاجر" (بدائع الصنائع: ۶۹/۴) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 33 مورخہ ۱۳/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳/اگست ۲۰۲۱ء روز سوموار

مسلم لڑکیوں میں پھیلتا ارتداد

اس وقت پورے ہندوستان میں آر ایس ایس اس کی حلیف ذیلی تنظیموں کے ذریعہ مسلم لڑکیوں کو مختلف ہتھکنڈے استعمال کرکے غیر مسلم لڑکوں سے شادی کرنے پر اکسایا جاتا ہے، اس مہم میں کامیاب لڑکوں کو خطیر رقم دی جاتی ہے؛ تاکہ وہ انہیں لبھانے، محبت کے جال میں پھنسانے اور اپنے بستر تک لے جانے میں کامیاب ہوجائیں، ملک کے مختلف حصوں اور بہار کے بہت سارے اضلاع سے اس قسم کی تشویشناک، المناک اور پریشان کن خبر ہر دن موصول ہو رہی ہے، اس طرح ان لڑکیوں کو دین وایمان سے بے زار کرکے ہندو مذہب میں داخل کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

ہماری لڑکیاں ان کے جال میں جن وجوہات سے پھنستی ہیں، ان میں ایک بڑا سبب اختلاط مردوزن ہے، یہ اختلاط تعلیمی سطح پر بھی ہے اور ملازمت کی سطح پر بھی، کوچنگ کلاسز میں بھی پایا جاتا ہے اور ہوسٹلز میں بھی، موبائل انٹرنیٹ، سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ اختلاط زمان ومکان کے حدود وقیود سے بھی آزاد ہوگیا ہے، پیغام بھیجنے اور موصول کرنے کی مفت سہولت نے اسے اس قدر بڑھاوا دے دیا ہے کہ لڑکے لڑکیوں کی خلوت گاہیں ہی نہیں جلوت بھی بے حیائی، عریانیت کا آئینہ خانہ بن گئی ہیں، یہ اختلاط اور ارتباط آگے بڑھتا ہے تو ہوسناکی تک نوبت پہونچتی ہے، جسے محبت کے حسین خول میں رکھ کر پیش کیا جاتا ہے، والدین اور گارجین یا تو اتنے سیدھے ہیں کہ انہیں لڑکے لڑکیوں کے بے راہ روی کا ادراک ہی نہیں، یا اتنے بزدل ہیں کہ وہ لڑکے لڑکیوں کی بے راہ روی پر اپنی زبانیں بند رکھنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں، یا تلک جہیز کی بڑھتی ہوئی لعنت، شادی کے کثیر اخراجات کے خوف سے اسی میں عافیت سمجھتے ہیں کہ لڑکیاں اپنا شوہر خود تلاش لیں، کورٹ میریج کرلیں؛ تاکہ یہ دردسر ان سے دور ہوجائے، ان خیالات کے پیچھے ان کی غربت اور دینی تعلیم وتربیت سے دوری کا بڑا دخل ہوتا ہے، اگر بنیادی دینی تعلیم وتربیت والدین اور لڑکے لڑکیوں کے پاس بھی ہو تو انہیں اس کا ہر پل احساس ہوگا کہ غربت اور شادی کے حوالے سے پریشانیاں وقتی ہیں اور ایمان چلے جانے کی صورت میں آخرت کا عذاب حتمی اور لازمی ہے تو شاید ان کے لیے ان وقتی پریشانیوں کو جھیل جانا آسان ہوجائے۔

اس بُرائی سے گذرنے والی لڑکیوں کے اندر ایک طرف تو خوف خدا نہیں ہوتا دوسری طرف عدالت کے مختلف فیصلے کے ذریعہ جس میں عورتوں کی آزادی کے نام پر بے لگام جنسی تعلقات کو جائز قرار دیا گیا اور طوائفوں کی طرح **"میرا جسم میری مرضی"** کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی، اب وہ ایک مرد کی بیوی رہتے ہوئے دوسرے کے بستر گرم کرنے کے لیے آزاد ہیں، شوہر اس بے راہ روی پر طلاق کی عرضی عدالت میں دے سکتا ہے؛ لیکن اس پر کوئی دارو گیر نہیں کرسکتا، جری بنا دیا ہے، اس قسم کے فیصلے نے ان کے دل سے سماجی خوف کو نکال دیا ہے اور وہ اپنی من مانی پر اتر آئی ہیں، انہیں نہ اللہ رسول کا خوف ہے اور نہ سماج کا، رہ گیا قانون تو وہ ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا ہوا ہے، ایسے میں بے راہ روی عام ہوتی جارہی ہے۔

یہ بے راہ روی کنواری لڑکیوں میں تاخیر سے شادی کی وجہ سے بھی آتی ہے اور عورتوں میں شوہر کے بسلسلہء ملازمت ان سے دور رہنے کی وجہ سے بھی، یہ دوری ملکی ملازمت میں بھی ہوتی ہے؛ لیکن غیر ملکی ملازمت کے حدود وقیود کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں کام کرنے والے شوہروں کے یہاں کچھ زیادہ ہی ہوجاتی ہے۔ مجبوریاں اپنی جگہ؛ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس دوری کی وجہ سے بڑے مفاسد پیدا ہوئے ہیں، ارتداد کی اس نئی لہر سے ہر ایمان والے کا بے کل اور بے چین ہونا فطری ہے، ضرورت ہے کہ ان اسباب کو دور کیا جائے، جس کی وجہ سے ہماری لڑکیاں مرتد ہو رہی ہیں اور غیر مسلم لڑکوں سے شادی کرکے اپنی عاقبت خراب کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔

ظاہر ہے اس فتنہ کا تدارک کسی ایک شخص اور تنظیم کے بس میں نہیں ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ گاؤں اور محلہ کے مسلم اور غیر مسلم دانشور سر جوڑ کر بیٹھیں، اس لیے کہ اس مسئلہ سے سماج میں تناؤ پیدا ہوتا ہے، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نقصان پہونچتا ہے، اس کے علاوہ وقفے وقفے سے خواتین کے اجتماعات رکھے جائیں ان میں جوان لڑکیوں کو خصوصیت سے بتایا جائے، آر ایس ایس کی ترغیبی مہم سے آگاہ کرنے کے ساتھ انہیں اس راہ پر بڑھنے کے دنیوی اور اخروی نقصانات کو تفصیل سے جوڑا جائے، اس کام کے لیے تمام ملی تحریکیں اور تنظیمیں آگے آئیں اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس فتنہ کے تدارک کی کوشش ترجیحی بنیادوں پر کریں، مسلم گھرانوں کے اندرونی حالات پر بھی نگاہ رکھی جائے اور مقامی سطح سے اصلاح کا کام شروع کیا جائے، غیر مسلم لڑکوں کے مسلم محلہ میں ٹیوشن پڑھانے اور دوسرے مقاصد سے آنے پر بھی نگاہ رکھی جائے، مردوزن کے اختلاط سے بچا جائے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکے لڑکیوں کے سکشن الگ الگ کرنے کے لیے اداروں کے ذمہ داروں سے باتیں کی جائیں، مدارس والے بھی لڑکیوں کے لیے الگ تعلیم کا نظم کریں، تلک وجہیز کی لعنت کو ختم کیا جائے، انڈرائڈ موبائل سے لڑکیوں کو بچایا جائے اور ان کی حرکات وسکنات پر خصوصی توجہ دی جائے، تاکہ پہلے مرحلہ میں ہی اس کے سدباب کی کوشش کی جاسکے، لڑکیوں کو وراثت میں حصہ دینے کی مہم چلائی جائے اور مورث کو ان کی حق تلفی سے روکا جائے۔

جن علاقوں میں ارتداد کی یہ نئی قسم سامنے آئی ہو، اس کا مقامی سطح پر سروے کرایا جائے، گارجین کی جانب سے گمشدگی کا ایف آئی آر درج کرایا جائے، وکلاء سے قانونی مدد لی جائے، تاکہ ایسی لڑکیوں کی گھر واپسی کا کام آسان ہوجائے۔

طالبان کی واپسی

بیس سال کی مسلسل جدوجہد اور سفارت کاری کے بعد طالبان نے دوبارہ افغانستان کو اپنے قبضہ میں کرلیا ہے، قطر سمجھوتے کے بعد امریکی اور نیٹو افواج کی واپسی کا راستہ صاف ہوگیا تھا، امریکہ کو واپسی کی جلدی تھی، اس لیے اس نے اپنے ہی ذریعہ مقررہ مدت سے پہلے افواج کو بلالیا، یہ ایک بڑی طاقت کی شرمناک ہار تھی، امریکی افواج کے لوٹتے ہی طالبان نے پیش قدمی شروع کردی اور صرف دس روز میں مختلف صوبوں کو فتح کرتی ہوئی کابل تک پہونچ گئی، اور بغیر کسی خون خرابہ کے کابل فتح ہوگیا، اشرف غنی اور ان کے رفقاء نے ملک سے فرار ہونے میں عافیت محسوس کی اور اب انہوں نے ابوظہبی میں سیاسی پناہ لے لی ہے۔

دنیا حیران ہے کہ یہ سب کیسے ہوگیا، امریکہ اور اس کی میڈیا اندازے لگاتی رہی کہ ابھی کابل پہونچنے میں چھ ماہ لگیں گے، پھر تین ماہ کا دعویٰ کیا گیا، پھر دس دن کا، طالبان کی پیش قدمی نے سارے اندازے غلط ثابت کردیے، اور اشرف غنی کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا، اسباب کے درجہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ چوں کہ عوام اور افواج دونوں اشرف غنی حکومت کی مخالف ہوگئی تھی، اس لیے طالبان کو نہ تو عوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور نہ ہی فوجی مدافعت کا، افغانستان کے وارلارڈ (war lord) نے بھی بغیر مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیے، ان میں سب سے بڑا نام ہرات کے گورنر اسماعیل خاں کا ہے، انہوں نے نہ صرف ہتھیار ڈال دیے؛ بلکہ انہوں نے طالبان کی حمایت بھی شروع کردی، اس قسم کے وارلارڈ مختلف ریاستوں اور قبائل میں تھے، انہوں نے بھی طالبان کو خاموش حمایت دی اور بالآخر طالبان نے کابل پر اپنے جھنڈے گاڑ دیے۔

دوسری طرف طالبان کی قوت کا بڑا مرکز ان کا وہ ایمان ویقین تھا کہ حق کی لڑائی میں اللہ کی نصرت اور مدد یقینی آتی ہے، عزم وحوصلہ سے بھرپور ان کی حکمت عملی نے بھی ان کا ساتھ دیا، مغربی میڈیا اور ہمارے ملک کی بکی ہوئی گودی میڈیا، چلا چلا کر کہتی رہی کہ طالبان دہشت گرد ہیں اور ان کی جیت سے علاقہ میں دہشت گردی کو فروغ ملے گا، داعش اور القاعدہ کو اپنے پاؤں جمانے کا موقع ملے گا، علاقہ میں طاقت کا توازن بگڑ جائے گا؛ لیکن افغان عوام نے کسی کی نہیں سنی اور اس نے طالبان کو پاؤں پسارنے دیے، یہاں تک کہ ان کے قدم کابل تک پہونچ گئے۔

طالبان بھی بہت احتیاط کے ساتھ بیانات دے رہے ہیں، انہوں نے عام معافی کا اعلان کردیا، دوست تو دوست تھے، دشمنوں کو بھی انہوں نے امان دے دی اور دنیا جانتی ہے کہ طالبان جب کسی کو امان دیتے ہیں تو کس قدر اس کی پاسداری کرتے ہیں، انہوں نے اپنی پہلی حکومت بیس سال پہلے اسی لیے گنوائی تھی کہ انہوں نے اسامہ بن لادن کو اپنے یہاں پناہ دیا تھا اور امریکہ کے اس مطالبہ کو سختی سے رد کردیا تھا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ امان دیے ہوئے شخص کو دوسرے کے حوالہ نہیں کرسکتے، طالبان نے تمام مذاہب کے ساتھ بہتر تعلقات کی بات بھی کہی ہے، ملک کے سیاسی لیڈران کے ساتھ مذاکرات بھی شروع کیا ہے، خواتین کو شرعی حدود وقیود کے ساتھ کام پر جانے اور تعلیم جاری رکھنے کی بھی اجازت دی ہے، اس نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ ہندوستان پاکستان کے تنازعہ سے وہ اپنے کو الگ رکھے گا، عالمی برادری کے ساتھ وہ اچھے تعلقات بنانے کی کوشش کرے گا۔

یہ اور اس قسم کے دوسرے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبان نے اپنے کو پہلے سے بہت کچھ بدلا ہے، اور سخت گیری کا وہ مزاج باقی نہیں ہے، جو پہلے دور حکومت میں اس کی شناخت بن گئی تھی، یہ دور بقائے باہم کے مطابق حکمرانی کا ہے، اور طالبان نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے، پھر بھی مغربی اور یورپین ممالک کو اطمینان نہیں ہے، ان میں سے کئی "انتظار کرو اور دیکھو" کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں، اور طالبانی حکومت کے ملکوں کے قبول کرنے کا عمل انتہائی سست ہے، البتہ چین نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، روس کا رویہ بھی نرم نظر آتا ہے، اگر ان دونوں ممالک نے منظوری دے دی تو طالبان کی قوت مضبوط ہوگی۔

طالبان کے خلاف ماحول بنانے میں پرنٹ میڈیا اور الکٹرونک میڈیا مسلسل لگا ہوا ہے، چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کی خبر کو نمایاں کرکے شائع کیا جارہا ہے، جلال آباد کی ایک خبر کو اس طرح شائع کیا گیا، جیسے ملک میں بغاوت ہوگئی ہو، افغانستان رقبہ کے اعتبار سے دنیا کا چھیالیسواں بڑا ملک ہے، اتنے بڑے انقلاب کے بعد چھوٹے چھوٹے واقعات کوئی معنی نہیں رکھتے؛ لیکن میڈیا کو طالبان کی شبیہ خراب دکھانی ہے اس لیے اس قسم کے بیانات کو اہمیت دی جارہی ہے۔

افغانستان کی عوام انتہائی غیور واقع ہوئی ہے، اس نے دنیا کی تین بڑی طاقتوں، برطانیہ، روس اور امریکہ کو دھول چٹا دیا ہے، آئندہ بھی اگر کسی نے اس قسم کی حرکت کی تو اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، کوئی طاقت ان کی غربت کو سکوں سے خرید نہیں سکتی، یہ انہوں نے ثابت کردیا ہے، ہمیں مستقبل میں طالبان حکومت سے اچھی امید رکھنی چاہیے، اللہ کرے یہ انقلاب افغانستان میں امن وچین کا ذریعہ بن جائے اور برسوں سے جاری قتل وغارت گری کے خاتمہ کا یہ پیش خیمہ ثابت ہو۔

سیلاب کا قہر

بہار کے سترہ اضلاع میں سیلاب کا قہر جاری ہے، باگ متی، بوڑھی گنڈک، کملا بالان، گنگا، پُن پُن، ادھوارا، مہانندا، گھاگھرا، سون، کوسی، کرسیلا وغیرہ مختلف مقامات پر خطرے کے نشان سے اوپر بہہ رہی ہیں، جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ بے گھر ہوگئے ہیں، اور ہزاروں ہیکٹر فصلیں تباہ ہوگئی ہیں، گھروں کی چھتوں اور اونچے پشتوں پر لوگوں نے پناہ لے رکھی ہے، خوردنی اشیاء کی قلت اور بچوں کے لیے دودھ وغیرہ نہ ملنے سے مصیبتیں بڑھ گئی ہیں، سیلاب زدہ علاقوں میں سرکار کی جانب سے جگہ جگہ کمیونٹی کچن کھولے گئے ہیں اور کھانے کی فراہمی کا کام کیا جارہا ہے؛ لیکن یہ ضرورت کے اعتبار سے کم ہیں اور ان میں تال میل کی بھی کمی ہے، وزیر اعلیٰ نے اعلان کیا ہے کہ سرکاری مال پر پہلا حق پریشان حال لوگوں کا ہے؛ لیکن عوام کے دروازے پہونچتے پہونچتے اس پر بہت سارے دلال حضرات بھی اپنا حق جما بیٹھتے ہیں اور سرکاری پائپ لائن میں اتنے سوراخ ہوجاتے ہیں کہ اصل مستحق تک تھوڑا پانی پہونچ پاتا ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ سماجی سطح سے راحت رسانی کے کاموں پر نگاہ رکھی جائے اور سرکاری امداد کو ضرورت مندوں تک پہونچانے میں اپنی ذمہ داری اور حصہ داری کو یقینی بنایا جائے، جن علاقوں میں سرکاری امداد نہیں پہونچ رہی ہے، وہاں کے افسران کو متوجہ کیا جائے اور راحت رسانی کی کوشش کی جائے۔

سیلاب سے متاثر آبادی کی انتہا جہاں پر ہوتی ہے اس کے قرب وجوار میں بہت ساری ایسی بستیاں ہوتی ہیں، جن کو اللہ نے اس مصیبت سے بچالیا ہے، ان کی اخلاقی اور انسانی ذمہ داری ہے کہ وہ پاس پڑوس کے ان لوگوں کی مدد کریں جو پریشان حال ہیں، اور جنہیں اپنی سانس کی ڈور کی حفاظت کے لیے ان کے مدد کی ضرورت ہے۔

امارت شرعیہ نے اپنے وسائل کے اعتبار سے محدود پیمانے پر یہ کام شروع کیا ہے، پہلے مرحلہ میں پورنیہ کے بعض گاؤں تک پہونچا گیا ہے، ہماری کوشش ہے کہ اس کام کو آگے بڑھایا جائے، اگر آپ خود سے سیلاب متاثرین کی مدد کرسکتے ہیں تو وہاں تک پہونچئے اور اگر آپ کے لیے ممکن نہیں ہے تو امارت شرعیہ کے بیت المال میں رقم ارسال کیجئے ہم اپنے ذیلی دفاتر اور افراد کے واسطے سے اسے متاثرین تک پہونچائیں گے اور اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے گا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت ثانی: محی الملۃ والدین، حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادریؒ

امیر شریعت ثانی، محی الملۃ والدین حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری زیبی جعفریؒ نے ۲۹؍جمادی الاولی ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۲؍اپریل ۱۹۴۷ء روز شنبہ ستر سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور خانقاہ مجیبیہ کے قبرستان موسوم باغ مجیبی میں تدفین عمل میں آئی، جنازہ کی نماز ان کے صاحب زادہ حضرت مولانا سید شاہ امان اللہ قادری زیبی جعفریؒ نے پڑھائی، پس ماندگان میں ایک لڑکا اور چار لڑکی کو چھوڑا۔

حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادریؒ بن مولانا سید شاہ بدرالدین قادری بن مولانا سید شاہ شرف الدین قادری کی ولادت ۳۰؍ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ مطابق ماہ نومبر ۱۸۷۹ء کو خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں ہوئی، علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل والد محترم امیر شریعت اول کی نگرانی میں کی، درسیات امیر شریعت اول حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری، شیخ احمد مکی، مولانا عارف پھلواروی، مولانا محمد عبداللہ نقشبندی رامپوری تلمیذ مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنجی سے پڑھیں، مولانا عبدالرحمٰن صاحب ناصری کا تعلیمی نسب یہ ہے کہ وہ مولانا عبدالعزیز امروہوی کے تلمیذ رشید تھے، جنہیں علوم عقلیہ میں علامہ فضل حق خیرآبادی اور علم حدیث میں مولانا عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

۱۱؍ربیع الاول ۱۳۱۸ھ کو علوم متداولہ ونصاب نظامیہ کی تکمیل کے بعد سند فراغت حاصل ہوئی اور دستار فضیلت سر پر باندھی گئی، بیعت وخلافت والد محترم امیر شریعت اول سے حاصل تھی، فراغت کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور ایک عرصے تک اس مشغلہ سے جڑے رہے، تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور متوسطات تک کی کئی کتابیں ان سے پڑھیں، ۱۹؍صفر ۱۳۴۳ھ کو امیر شریعت اول کے وصال کے بعد خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں مقرر ہوئے اور پوری زندگی تزکیہ واحسان کے کام میں مشغول رہے، آپ سے مستفید ہونے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، اپنے والد امیر شریعت اول کے عہد میں وہ بیرونی کاموں کے لیے نفس ناطقہ تھے، تحریک خلافت اور تحریک موالات میں مولانا ہی خانقاہ مجیبیہ اور صاحب سجادہ کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتے رہے، ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۱ء میں اس حوالہ سے آپ کی خدمت ہندوستان کی تاریخ میں بہت مشہور ومعروف ہے۔

انہوں نے امارت شرعیہ کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لیے ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجادؒ کے ساتھ غیر منقسم بہار کے اسفار کیے، اور لوگوں تک امارت شرعیہ کے پیغام کو پہونچانے میں مولانا کے معاون رہے، ان اسفار میں انہوں نے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کو قریب سے دیکھا، برتا اور سمجھا، اس طرح فکر امارت ان کے ذہن ودماغ میں رچ بس گئی اور فکر سجاد کے وہ امین بن گئے۔

اتنی خدمات اور امارت شرعیہ کے پیغام کو مختلف علاقوں میں پہونچانے کی مہم میں شریک کار رہنے کی وجہ سے امیر شریعت اول کے وصال کے بعد ارباب حل وعقد کی نگاہ معتبر ان کے اوپر پڑی؛ چنانچہ ۹/ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو اراکین امارت شرعیہ اور صوبہ کے علماء ومشائخ نے جلسہ عام میں ان کو امارت شرعیہ کا امیر شریعت منتخب کیا، یہ اجلاس خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں منعقد ہوا تھا، عہدہ ومنصب سے بے نیاز ہونے کے باوجود جب یہ ذمہ داری آپ کے گلے ڈال دی گئی تو آپ نے اپنے کلیدی خطبے میں بحیثیت امیر شریعت ارشاد فرمایا:

''جب آپ حضرات اتفاق رائے سے مجھ پر یہ بار ڈال رہے ہیں، تو میں صرف اس لیے کہ میرے انکار سے تفرقہ کا خوف ہے، مجبور ہو کر قبول کرتا ہوں''، ہائے

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

۱۳۴۴ھ میں آپ نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور زیارت خانہ کعبہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت پائی اور فریضہ حج کی ادائیگی کا موقع ملا۔

آپ کے فتاوے خانقاہ مجیبیہ کی لائبریری میں محفوظ ہیں، سجادگی سے پہلے آپ کی علمی، تحریکی، اصلاحی اسفار کثرت کے ساتھ ہوا کرتے تھے، بیشتر اسفار حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی معیت میں ہوئی، سجادگی کے بعد ضابطہ میں اسفار تو بند ہو گئے؛ لیکن ان کی علمی وفکری رہنمائی میں امارت شرعیہ اور خانقاہ مجیبیہ کا کارواں آگے بڑھتا رہا، امیر شریعت ثانی کے تفصیلی احوال وآثار سے واقفیت کے لیے حضرت مولانا سید شاہ عون احمد قادریؒ کی تصنیف ''محی الملۃ والدین'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

حضرت امیر شریعت ثانیؒ کے دور میں ملت کو بہت سارے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، شاردا بل ۱۹۲۹ء میں آیا، ۱۹۳۶ء میں فلسطین کو یہودیوں کی مملکت بنانے کی داغ بیل پڑی، ۱۹۳۷ء میں دیہات سدھار اسکیم کے تحت ذبیحہ گاؤ پر پابندی اور فرقہ واریت کو تیز کرنے کی چال چلی گئی، ۱۹۳۴ء میں بھیانک زلزلہ آیا اور جان و مال کی بڑی تباہی ہوئی، ۱۹۳۹ء میں بہار کی کانگریسی حکومت میں زرعی انکم ٹیکس بل لا کر پاس کرا لیا گیا اور اوقاف کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا، ۱۹۴۶ء میں ہولناک فساد کا سامنا ملک کو کرنا پڑا، ان تمام موقعوں سے حضرت امیر شریعت ثانی نے اپنی علمی اور سیاسی بصیرت سے جو احکام صادر کئے، اور ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے اسے زمین پر اتارنے کی جو جدوجہد کی وہ مثالی بھی ہے، اور تاریخی بھی، فلسطین قضیہ کے لیے تو وہ خانقاہی روایت توڑ کر تحریک کا حصہ بننے کے لیے تیار ہو گئے تھے، فرمایا:

''اگر سول نافرمانی کی نوبت آگئی تو میں گوشہ نشینی ترک کر کے سول نافرمانی کروں گا''

دوسرے مسائل کے حل کے لیے حضرت کے حکم سے پورے بہار میں تحریک چلائی گئی، ۱۹/ جون ۱۹۳۶ء کو بہار اڈیشہ کے بیشتر شہروں وقصبات میں یوم فلسطین منایا گیا، فساد کے معاملہ پر حکومت کے رویہ کو انہوں نے انتہائی قابل ملامت اور افسوسناک قرار دیا، اور فرمایا کہ ''اگر فرقہ پرستی کو قطعی طور پر ختم نہ کیا گیا تو ملک کی سلامتی ممکن نہیں''۔

چوں کہ امیر شریعت ثانی کو امیر شریعت بننے سے پہلے سے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی رفاقت حاصل تھی، امیر شریعت بننے کے بعد بھی دونوں کے مزاج میں انتہائی ہم آہنگی رہی، اس لیے امارت شرعیہ کا کام تیزی سے پھیلا اور خدمات کا دائرہ وسیع ہوا، اسی لیے ان دونوں بزرگوں کو قران السعدین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

کتابوں کی دنیا

مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

ضیاء ولی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ساتویں امیر شریعت، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری اور خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں شیخ طریقت، مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۳؍اپریل ۲۰۲۱) کی شخصیت گوناگوں قسم کے اوصاف وکمالات کی حامل تھی، جس کے لئے چرخ کہن کو سیکڑوں برس کی طویل مسافت طے کرنی پڑتی ہے، پھر کہیں جا کے ان جیسا کوئی صاحب فکر ونظر اور علم وہنر وجود میں آتا ہے، ان کا دل ملک وملت کی تعمیر وتشکیل سے معمور رہتا تھا، یقین مانئے کہ وہ ایک عظیم ملی قائد ورہبر بھی تھے اور شب بیدار عابد وزاہد بھی، مفکر ومدبر بھی تھے اور بے باک خطیب وانشاء پرداز بھی، اب دور دور تک ایسی جامع شخصیت نظر نہیں آتی، ان کے سانحہ ارتحال نے پوری ملت اسلامیہ کو جھنجھوڑ کر رکھدیا، حق یہ ہے کہ ایسے صاحب فضل وکمال کی یاد اور ذکر سے قصر علوم ومعارف کے ایوان ہمہ دن معمور رہیں چنانچہ ان کی وفات کے بعد ملک بھر میں تعزیتی اجلاس ہوئے، اصحاب قلم نے غم واندوہ میں ڈوب کر خراج عقیدت پیش کیا اور یہ سلسلہ ہفتوں جاری رہا، اب ارباب فکر ودانش کی طرف سے رسائل وجرائد کے خصوصی گوشے منظر عام پر آرہے ہیں، کتابیں طبع ہو رہی ہیں، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ترجمان ہفتہ وار نقیب کا خصوصی شمارہ بھی ترتیب وتدوین کے مرحلے سے گذر رہا ہے جو ان شاءاللہ ایک دستاویزی مجلّہ کی حیثیت رکھے گا، ہمارے لئے یہ باعث مسرت ہے کہ ہمارے فاضل دوست وکرم فرما اور ممتاز اہل قلم جناب مولانا محمد قمر عالم ندوی استاذ مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی نے ''ضیائے ولی'' کے نام سے حضرت کی زندگی کے مختلف گوشوں پر ضلع ویشالی کے علماء وادباء اور دانشوروں کی نگارشات کو مرتب کر کے کتابی صورت میں شائع کیا، جو اس وقت پیش نظر ہے، کتاب کے فاضل مؤلف مولانا محمد قمر عالم ندوی ایک خوش مزاج، خوش اخلاق، ملنسار اور منکسر المزاج نوجوان عالم دین ہیں، درس وتدریس کے ساتھ مطالعہ کا ذوق وشوق رکھتے ہیں، خوب لکھتے ہیں اور ڈوب کر لکھتے ہیں، سمندر کی تہوں سے لعل وگوہر کو چنتے ہیں اور طشت از بام کرتے ہیں، ان کی چند کتابوں کی زیارت سے میری آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوئی ہیں، زیر تبصرہ کتاب ''ضیائے ولی'' معدودے چند اصحاب قلم کے مضامین کا حسین گلدستہ ہے، جو ان کے پاکیزہ ذوق کا عکس جمیل بھی ہے، آغاز کتاب میں نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی ومولانا ابوالکلام شمسی سمیت ۱۳؍ اکابر علماء ودانشور کے دعائیہ کلمات ثبت ہیں، باب دوم میں حضرت کی حیات وخدمات، افکار ونظریات اور خدمات وتحریکات پر ۴۷؍ ممتاز قلم کاروں کے گرانقدر اور وقیع مضامین ہیں جن میں بجا طور پر مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، جناب انوار الحسن وسطوی، مولانا سید مظاہر عالم قمر شمسی، مولانا محمد صدر عالم ندوی، جناب محمود عالم، مولانا عبدالقیوم شمسی، مفتی اظہار الحق قاسمی وغیرہم کے جواہر ریزے قابل قدر اور لائق مطالعہ ہیں، آخر کے باب میں منظوم خراج عقیدت ہے، اس طرح یہ کتاب ۳۱۷؍صفحات پر مشتمل ۶۹؍مضامین پر محیط ہے، لائق مرتب کتاب نے اپنے مقدمہ میں صاحب تذکرہ کی زندگی کو اس قدر اختصار کے ساتھ پیش کیا کہ بہت سے اہم گوشے تشنہ رہ گئے، میرا یہ بھی احساس ہے کہ کتاب کی ترتیب وتہذیب اور تنقیح وتسوید میں مولانا موصوف نے اپنے فنکارانہ مہارت وصلاحیت کا استعمال نہیں کیا، اگر مرکزی عناوین کا نہج قائم کر کے میدان کار کا تعین کر دیتے تو کتاب باطنی حیثیت سے مزید پرکشش اور جاذب نظر ہو جاتی، تاہم ہم ان کے جذبہ خلوص اور اس علمی کاوش کو قدر وعزت کی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے غیر معمولی دیدہ ریزی اور محنت وسعی پیہم کے ساتھ کتاب مرتب کی، جس کے لئے وہ ہماری طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں نیز وہ ہم لوگوں سے سبقت لے گئے تو مزید قابل مبارکباد ہیں، کتاب کی طباعت اور کاغذ بھی قدرے ٹھیک ہے، ماشاءاللہ سرورق اور ٹائیٹل دیدہ زیب ہے اور یہ مرتب کتاب کے حسن ذوق کا آئینہ دار بھی، میں سیرت وسوانح سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب علم کو کتاب کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں، توقع ہے کہ کتاب مقبول ہوگی اور پڑھی جائے گی، ضرورت مند حضرات نور القمر لائبریری مدنی نگر، مہوا، ویشالی بہار سے صرف ۲۰۰ روپے میں طلب کر سکتے ہیں، بصورت دیگر مؤلف کے موبائل 9931791773 پر رابطہ کر کے منگوا سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

قسط ہشتم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور تحریک عقد بیوگان

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھار کھند☆

تحریک عقد بیوگان

ہندوستان میں شرافت ونجابت کا معیار چوں کہ عموماً یہی قرار پا گیا تھا کہ بیوہ ہونے کے بعد کسی دوسرے مرد کا منہ عورت نہ دیکھے، اس لئے مسلمانوں نے بھی اپنی شرافت کا معیار اسی کو ٹھہرالیا، کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے یہی وہ زمانہ ہے جب مسلمانانِ ہند کو چونکاتے ہوئے منجملہ دوسری باتوں کے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

’’ہندوؤں کی ایک بری عادت ہے کہ جب کسی کا شوہر مرجاتا ہے تو وہ عورت دوسرا نکاح نہیں کرتی، یہ عادتِ قبیحہ عرب میں بالکل نہ تھی نہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے اور نہ ان کے زمانے میں اور نہ ان کے بعد۔‘‘

ان تمہیدی امور کے بعد شاہ صاحبؒ مسلمانانِ ہند کو وصیت کرنا چاہتے ہیں مگر رسم ورواج نے مسلمانوں کے اندر بھی اس بری عادت کو اس حد تک مستحکم کردیا تھا کہ بجائے وصیت کے بے ساختہ اس موقع پر وہ دعا میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ کچھ کہنے سننے کے بجائے فرماتے ہیں ’’خداتعالیٰ رحمت کند برآں کس کہ ایں عادت شنیعہ را متلاشی سازد‘‘ جس سے بھی شاہ صاحب کی بے بسی کا اندازہ ہوتا ہے، نیز آگے ان ہی کے ان فقروں سے کہ ’’اگر عام مسلمانوں سے اس رسم کا ازالہ ممکن نہ ہوتو چاہئے کہ خود اپنے کنبہ میں عرب کی اس عادت کو جاری کیا جائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہوتو اس عادت کو چاہئے کہ دل سے برا سمجھا جائے اور اس کا دشمن بن جانا چاہئے کہ میری بات کے انسداد کا یہی آخری درجہ ہے۔‘‘(۱)

مولانا گیلانیؒ لکھتے ہیں: ’’میں نے شاہ صاحبؒ کی کتاب سے ان کی پوری عبارت اسی لئے نقل کی ہے کہ اس رسم بد کی گرفت کی سختی جس حد تک ہندوستان کے مسلمانوں میں پہنچ چکی تھی، اس کو ان کے مذکورہ بالا الفاظ سے ہم سمجھ سکیں، ان کا دل تڑپ رہا تھا، چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو اس کے ترک پر آمادہ کریں، لیکن حالات ان کے سامنے ایسے تھے کہ بظاہر کامیابی سے کچھ ناامید نظر آتے ہیں، اسی لئے آخر میں دل سے براجاننے کی آخری تدبیر کے استعمال تک وہ اتر آئے ہیں۔

عقد بیوگان اور خانوادۂ ولی اللہی

مولانا اسماعیل شہید جیسا کہ معلوم ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے ہیں، مولانا شہید کی ہمشیرہ کا عقد گھر ہی میں مولانا رفیع الدین ابن شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے ہوا تھا، لیکن کچھ ہی دن بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ہوگیا اور مولانا اسماعیل شہید کی ہمشیرہ صاحبہ بیوہ ہوگئیں۔ اب سنئے خود شاہ ولی اللہ کے گھرانے کا یہ قصہ ہے، مولانا اسماعیل کا یہ بیان امیر شاہ خان نے نقل کیا ہے۔ کہتے تھے کہ: ’’جب میں اپنی بہن کو مشکوٰۃ وغیرہ پڑھاتا تھا، تو نکاح ثانی کے فضائل قصداً چھوڑ دیتا تھا کہ مبادا میری بہن کو ترغیب ہو اور وہ نکاح کرلے۔‘‘

عقد بیوگان کے مسئلہ میں خانوادہ ولی اللہی کے احساسات کی نزاکتوں کا یہ حال تھا، تو اسی سے سمجھنا چاہئے کہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کی ذہنیت اس باب میں کیا رہی ہوگی یا کیا ہوسکتی تھی، اس سلسلہ میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا دلچسپ واقعہ بھی تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

شاہ صاحبؒ کی دلی دعاء

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کراہتے ہوئے دل کی دعا قبول ہوئی اور حضرت سید احمد شہید بریلویؒ اس رحمت کے مستحق ہوئے، جس کی دعا شاہ صاحب نے مانگی تھی، یہ قصہ کافی طویل ہے۔ سیرت سید احمد شہید میں اس کی تفصیلات پڑھئے، امیر شاہ خان کہا کرتے تھے کہ مولانا اسماعیل شہید سے کسی نے پوچھا کہ اپنے چچا شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر سے زیادہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے گرویدگی کی وجہ آپ کے لئے کیا ہوئی؟ تو جواب میں اسی کا حوالہ دیا کہ ان کی صحبت میں یہ جرأت مجھ میں پیدا ہوئی کہ اپنی بیوہ بہن کا عقد زور دے کر میں نے خود کرادیا۔

لڑکیوں کے وراثت کی تحریک

حضرت نانوتویؒ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے، نام نہاد شرفاء نے اپنی شرافت کی نمائش کے لئے ہندوؤں سے بہت سی رسمیں مستعار لے رکھی تھیں، ان کو بیخ وبن سے اکھاڑ دینے کا عزم بالجزم کئے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک اہل علم کو ان کے خط کے جواب میں ہندوؤں کی رسموں کو اختیار کرلینے پر کتنے درد سے یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں ’’کس منہ سے ہندوؤں کو برا اور اپنے کو بھلا کہہ سکتے ہیں۔‘‘

مسلمان جاگیرداروں، زمین داروں اور مالداروں میں ہندوؤں سے ایک اور رسم بھی لے رکھی تھی، ہندو مذہب میں لڑکیوں کو حق وراثت حاصل نہیں ہے۔ مسلمانوں نے بھی اسلام کے بیان کردہ احکامِ وراثت کو ٹھکرا کر ہندو مذہب کی اس غلطی کو خود اپنے یہاں رائج کرلیا تھا اور پوری سختی سے اس پر کاربند تھے، شرعی قانون وراثت کی کھلم کھلا مخالفت کرتے تھے اور صاف کہتے تھے کہ لڑکیوں کو حق وراثت حاصل نہیں ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی مجلس میں ایک مرتبہ قصبہ جلال آباد ضلع مظفرنگر کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ ’’وہاں لڑکیوں کا حق جو شریعت نے مقرر کردیا ہے نہیں دیا جاتا ہے۔ اس لئے جلال آباد کے مسلمانوں کی جائیداد کا خرید ناجائز نہیں ہے۔‘‘

یہ روایت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی قصص الاکابر میں موجود ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت والا کے اس فتویٰ کی بدولت اپنے شرعی حصہ کے پانے میں کتنی غریب لڑکیاں کامیاب ہوئی ہوں گی، پھر آپ نے شریعت کی اس خلاف ورزی کو مٹانے کی مہم چلائی اور مظفرنگر، سہارنپور اور مغربی اضلاع سے غیر شرعی رسم اور لڑکیوں پر ہونیوالے ظلم کو معاشرہ سے ختم کیا۔

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

لیجئے! ایک بار پھر حاضر ہے، بزرگان دین اور اولیاء کرام کے حیرت انگیز اور سبق آموز واقعات کا مرقع، یہ وہ اہل اللہ ہیں، جنہوں نے دعوت وارشاد اور اصلاح باطن کے میدان میں گرانقدر نمایاں خدمات انجام دیں، جب آپ ان کے واقعات کو پڑھیں گے تو آپ کے ذہن ودماغ کے بہت سے دریچے کھلیں گے، فکر وعمل میں پختگی آئے گی اور کچھ کر گذرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہوگا، توقع ہے کہ اصحاب فضل وکمال ان واقعات کو پسند کریں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے، وماتوفیقی الا باللہ

اے اللہ! میرے کھوٹے اعمال کو قبول فرمالے

حضرت عثمان خیرآبادی ایک بزرگ گذرے ہیں، ان کی ایک دوکان تھی، ان کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک آتا اور اس کے پاس کبھی کوئی کھوٹا سکہ ہوتا تو وہ پہچان تو لیتے تھے مگر پھر بھی وہ رکھ لیتے اور سودا دے دیتے، اس دور میں چاندی کے بنے ہوئے سکے ہوتے تھے، وہ سکے گھسنے کی وجہ سے کھوٹے کہلاتے تھے، وہ کھوٹے سکے جمع کرتے رہتے، ساری زندگی یہی معمول رہا، جب موت کا وقت قریب آیا تو آخری وقت انہوں نے پہچان لیا، اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! میں ساری زندگی تیرے بندوں کے کھوٹے سکے وصول کرتا رہا تو بھی میرے کھوٹے اعمال کو قبول فرمالے، یہ تھے اللہ والے جو محبت الٰہی کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے۔

مسجد سے نکلنے نہیں دے رہا ہے

ایک نماز کے عادی مزدور نے اپنے آقا کا سامان باہر رکھا اور مسجد میں نماز کو چلا گیا، آقا بے نمازی تھا، باہر بیٹھ کر مزدور کا انتظار کرنے لگا، جب سب نمازی باہر آگئے اور مزدور نہیں لوٹا تو آقا نے جھانک کر مسجد میں دیکھا کہ مزدور نیت پر نیت باندھ رہا ہے اور مزے سے نماز پڑھ رہا ہے، آقا نے پوچھا سب باہر نکل آئے تو کیوں نہیں نکلتا، اس نے کہا: نکلنے نہیں دے رہا ہے، آقا نے پوچھا کون؟ مزدور نے کہا وہی جو تجھے اندر نہیں آنے دے رہا ہے، بلاشبہ اللہ ہی کی توفیق سے سب کو توفیق ملتی ہے۔

محبت وتوحید کا درس دیا بھی تو کس نے؟

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک عورت نے توحید سکھادی، کسی نے پوچھا کہ حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک عورت آئی جو پردے میں تھی، کہنے لگی کہ میرا شوہر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، آپ یہ فتوی لکھ کردیں کہ اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے، انہوں نے سمجھایا کہ اللہ کی بندی اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے، میں کیسے لکھ کے دے سکتا ہوں؟ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس عورت نے ٹھنڈی سانس لیا اور کہنے لگی کہ حضرت! شریعت کا حکم راستہ میں رکاوٹ ہے ورنہ اگر اجازت ہوتی اور میں آپ کے سامنے چہرہ کھول دیتی اور آپ میرے حسن وجمال کو دیکھتے تو آپ اس بات کو لکھنے پر مجبور ہوجاتے کہ جس کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں، فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ بات کہہ کر چلی گئی، مگر میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے اللہ آپ نے عورت کو عارضی حسن وجمال عطا کیا، اس کو اپنے حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس کی بیوی میں ہوں اب اس کو محبت کی نظر دوسرے کی طرف ڈالنے کی اجازت نہیں تو اے پروردگار، تیرے اپنے حسن وجمال کا کیا عالم ہے، آپ کہاں پسند کریں گے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بندہ محبت کی نظر کسی غیر کی طرف اٹھا سکے۔

دال اور خشکے میں نورانیت

قصبہ دیوبند سہارن پور میں ایک گھسیارے تھے، یعنی گھاس کاٹ کر بازار میں فروخت کرتے اور اس کے ذریعہ گذر بسر کرتے تھے، ایک ہفتہ میں ان کی آمدنی چھ پیسے ہوتی تھی، اکیلے آدمی تھے، اس آمدنی کو وہ اس طرح تقسیم کرتے تھے کہ اس میں سے دو پیسے اپنے کھانے پر خرچ کرتے تھے اور دو پیسے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتے تھے اور دو پیسے جمع کیا کرتے تھے اور ایک دو ماہ کے بعد جب پیسے جمع ہوجاتے تو اس وقت دارالعلوم دیوبند کے جو بڑے بزرگ اساتذہ تھے ان کی دعوت کیا کرتے تھے اور دعوت میں خشک چاول ابال لیتے اور اس کے ساتھ دال پکا لیتے اور اساتذہ کو کھلا دیتے تھے اس وقت دارالعلوم کے اساتذہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں پورے مہینے ان صاحب کی دعوت کا انتظار رہتا تھا اس لئے کہ ان صاحب کے خشکے اور دال کی دعوت میں جو نورانیت محسوس ہوتی تھی وہ نورانیت پلاؤ اور بریانی کی بڑی بڑی دعوتوں میں محسوس نہیں ہوتی۔

اپنی امانت وصول کرلو

ابومحمد قریش سے منقول ہے کہ کسی شخص کے پاس امانت رکھوائی گئی، کچھ عرصہ بعد امانت رکھوانے والے نے اپنی امانت مانگی تو جو امین تھا وہ مکر گیا، قاضی ایاس بن معاویہ کے یہاں مقدمہ پہنچا، مدعی نے کہا کہ میں نے اس کے پاس اپنا مال رکھوایا تھا، قاضی نے پوچھا کہ کس کے سامنے رکھوایا تھا، مدعی نے کہا کوئی تیسرا آدمی وہاں موجود نہیں تھا، قاضی نے پوچھا وہاں کوئی نشان یا علامت موجود ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک پیڑ ہے قاضی نے بتایا کہ تم اس پیڑ کو جاکر غور سے دیکھو شاید اللہ وہاں کوئی چیز نمایاں کردیں جس سے تمہارا حق ثابت ہوسکے، ممکن ہے کہ تم نے اپنا مال اسی پیڑ کے نیچے دفن کیا ہو اور وہاں جاکر یاد آجائے۔

مدعی کو وہاں بھیج کر قاضی صاحب نے مدعا علیہ کو وہیں بٹھالیا اور اپنے کام میں لگے رہے کچھ دیر کے بعد قاضی نے اس کی طرف دیکھ کر مدعیٰ علیہ سے پوچھا کہ تمہارا وہ ساتھی پیڑ تک پہنچ گیا ہوگا، اس نے کہا کہ ابھی نہیں، یہ سن کر قاضی صاحب نے کہا کم بخت تو خائن ہے، قاضی صاحب اس کی بات سے سمجھ گئے کہ وہ پیڑ سے واقف ہے اور امانت واقعی رکھی گئی تھی، قاضی کے تیور دیکھ کر وہ بولا کہ آپ میرے لئے کچھ سہولت کرائیے خدا آپ کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرے۔

قاضی صاحب نے ایک پولیس والے کو اس کی نگرانی کے لئے مقرر کیا اور پھر اپنے دوسرے مقدمات میں مصروف ہوگئے، آخر وہ مدعی واپس آیا، تب قاضی ایاس نے کہا کہ اس شخص نے تمہاری امانت کا اقرار کرلیا ہے، لہذا اس کو پکڑلو اور اپنی امانت وصول کرلو۔

Scanned with CamScanner

عورتوں کا دائرہ عمل اور اس کے فرائض

مولانا نور الحق رحمانی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ

اسلام نے عورتوں کے لئے کام کا جو داخلی میدان (اندرون خانہ) تجویز کیا ہے، اس میں خود عورتوں کی صنفی نزاکت اور فطری ضعف کی رعایت کی ہے، عورت اپنی جسمانی کمزوری اور زمانہ عوارض کی بنیاد پر اس لائق نہیں ہے کہ وہ مرد کی طرح مارکیٹ کی تاجر، دفتر کی کلرک، عدالت کی جج، فوج کی کمانڈر اور حکومت کی صدر، وزیر اعظم اور منتظم اعلیٰ بنے، مرد عورت کے مقابلے میں صنف برتر کی حیثیت رکھتا ہے، دونوں کے درمیان فطری استعداد، جسمانی ساخت، طاقت وقوت اور ذہنی وفکری صلاحیتوں میں غیر معمولی فرق ہے اور اسے علم الحیات اور علم النفس کے ماہرین ہمیشہ سے تسلیم کرتے آئے ہیں، ان کا تجزیہ یہ ہے کہ عورت مرد سے ہر حیثیت سے کمزور پیدا ہوئی ہے وہ زیادہ محنت ومشقت کا کام نہیں کرسکتی، اس کا جسم مرد کے جسم سے نازک، اس کا دماغ مرد کے دماغ سے چھوٹا اور کمزور ہوتا ہے، پھر اسے ہر ماہ حیض سے واسطہ پڑتا ہے جس کا سلسلہ تین دنوں سے لے کر دس دنوں تک ہوتا ہے، اس میں اس کی حالت مریض یا نیم مریض کی ہوتی ہے، پھر بالعموم اسے ہر دوسرے تیسرے سال حمل سے سابقہ پڑتا ہے، پھر نو ماہ تک وہ حمل کی صعوبتوں میں مبتلا رہتی ہے، پھر اسے وضع حمل کے جاں گسل مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے اور اس کے بعد دو سال تک رضاعت کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس میں بچے کو اس کی ہمہ جہت توجہ کی ضرورت رہتی ہے، دودھ چھڑانے کے بعد بھی بچہ اس سے بے نیاز نہیں ہوتا، بلکہ مستقل طور پر اس کی نگہداشت کی ضرورت رہتی ہے۔ دودھ پلانے کے بعد بسا اوقات دوسرا حمل قرار پاجاتا ہے اور پھر وہ کئی سالوں کے لیے گھر جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان عوارض کے ہوتے ہوئے وہ ان بیرونی خدمات کو کما حقہ انجام نہیں دے سکتی، جس کے لیے قدرت نے مرد کو پیدا کیا ہے اور ان تمام زنانہ کمزوریوں سے اسے محفوظ رکھا ہے، پس اگر عورت کی جسمانی کمزوری اور زنانہ عوارض (حیض، نفاس، حمل، ولادت، زچگی، رضاعت وغیرہ) کے ہوتے ہوئے ہم اسے مردانہ خدمات کے میدان میں گھسیٹ لائیں تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگا کہ وہ اپنے سے زیادہ طاقت ور حریف مرد کے مقابلے میں پیچھے رہ جائے گی اور کامیاب نہ ہوسکے گی۔

یورپ اور امریکہ میں تقریباً دو صدیوں سے عورتوں کو مردوں کی صف میں لانے اور دونوں کے درمیان غیر فطری مساوات قائم کرنے کی کوشش جاری ہے، عورتوں کو گھر سے نکال کر بازاروں میں، دفتروں اور کارخانوں میں اور تمام سماجی اور معاشی میدانوں میں مردوں کے ساتھ داخل کردیا گیا، ہر ملک میں دونوں جنسوں کے لیے مساویانہ قوانین بنائے گئے اور زندگی کے شعبے میں مردوں کی طرح عورتوں کو داخل ہونے اور کام کرنے کا قانونی جواز عطا کیا گیا اور اس سلسلے کی تمام قدیم حد بندیوں کو ختم کردیا گیا، جس کی رو سے دونوں الگ الگ دائروں میں کام کرتے تھے، لیکن ان تمام جد و جہد اور دو سالہ کوششوں کے باوجود عورت کی حالت نہ بدل سکی اور قانونی مساوات اب تک عملی مساوات کی صورت اختیار نہ کرسکا اور عورت کسی شعبے میں مرد کے برابر نہیں پہنچ سکی، مرد بدستور ہر شعبے میں اس سے آگے ہے اور جنس غالب اور جنس برتر کی حیثیت رکھتا ہے۔

دونوں صنفوں کو برابر کرنے کی یہ تمام کوششیں قانون فطرت کے خلاف تھیں، اس لیے کامیابی سے ہم کنار نہ ہوسکیں، ہاں یہ ضرور ہوا کہ دونوں صنفوں کے آزادانہ ملاپ کے نتیجے میں فواحش کا سیلاب امنڈ آیا اور اس نے مغربی معاشرے کو نئے نئے مسائل اور پیچیدہ امراض ومشکلات سے دوچار کردیا۔

مساوات مرد وزن کی حقیقت

اس موقع پر یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اہل مغرب کے نظریاتِ مساوات کا علمی وعقلی تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ اس میں کس درجہ صحت وصداقت ہے، جہاں تک مسئلہ ہے دونوں صنفوں کے درمیان فرق کا تو یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ ایک موٹی عقل رکھنے والا انسان حتی کہ ایک بچہ بھی اس کا اعتراف کرے گا، کوئی ہٹ دھرم آدمی ہی اس فرق کا انکار کرسکتا ہے، مرد جسمانی لحاظ سے توانا اور مضبوط ہے، عورت اس کے مقابلے میں کمزور ہے، عورت کے ساتھ حیض، نفاس، حمل، ولادت اور رضاعت جیسے اعذار لگے ہوئے ہیں اور مرد ان تمام زنانہ عوارض سے پاک ہے، پھر دونوں کو برابر کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اور دونوں سے ایک نوعیت کے کام کیوں کرلے جاسکتے ہیں؟ عورت مرد کی طرح ہر زور، ہر مہینے اور ہر سال یکساں کام نہیں کرسکتی، وہ چاہے کہ مرد کی طرح ۳۰ر دن تسلسل کے ساتھ کام کرے تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی ہے اور زنانہ عوارض لگا تار جدوجہد کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے اور باہر کی دنیا میں اسے قدم قدم پر اپنے سے زیادہ طاقت ور حریف سے مقابلے کرنا پڑے گا، پھر وہ اس مقابلے میں کیوں کر آگے بڑھ سکے گی اور کامیاب ہوسکے گی؟

مساوات کے علم بردار اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یورپ کے دو مفکر پروفیسر "فرش لو" اور دوسرے پروفیسر "مے تن جازو" کے اقوال نہایت شد ومد کے ساتھ پیش کرتے ہیں جب کہ دوسری طرف یورپ کے بڑے بڑے دانشور، محقق علماء، مشاہیر فلاسفہ جو علم تشریح الابدان، سائیکالوجی کے مستند عالم میں ان کی تحقیق اس کے بالکل برعکس ہے، ان کا خیال ہے کہ دونوں صنف اپنے جسم، جسمانی طاقت وقوت، وزن، قد وقامت، دل ودماغ، سانس کی رفتار اور حواس خمسہ میں ایک دوسرے سے بڑی حد تک مختلف ہیں، مرد مذکورہ تمام قوتوں اور صلاحیتوں میں عورت سے برتر اور عورت اس سے فروتر ہے، اور یہ فرق نہ صرف انسان کے دونوں صنفوں میں پایا جاتا ہے بلکہ حیوانات ونباتات کی جملہ اقسام میں بھی پایا جاتا ہے، نر جانور جسم اور جسمانی طاقت وقوت میں مادہ جانور سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اسی طرح نر پودہ مادہ پودوں سے بھاری اور بڑھا ہوا ہوتا ہے، یہ فرق قدرتی اور غیر معمولی ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

انسان کے دونوں صنفوں کے درمیان اس قدرتی اور غیر معمولی فرق کا پایا جانا قدرت کا دوٹوک اشارہ ہے کہ خالق نے دونوں جنسوں کو الگ الگ کام اور الگ الگ میدان کے لئے پیدا کیا ہے، اس فطری فرق کو نظر انداز کر کے دونوں کو ایک میدان میں گھسیٹ لانا منشائے فطرت کے خلاف ہے، مشہور مغربی مفکر ڈاکٹر الکس کیرل نے جنہیں فن جراحت کی غیر معمولی خدمات کے صلے میں نوبل پرائز مل چکا ہے، مرد وعورت کے حیاتیاتی فرق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرد اور عورت کے درمیان جو فرق پائے جاتے ہیں وہ محض جنسی اعضاء کی خاص شکل رحم کی موجودگی حمل یا طریقۂ تعلیم کی وجہ سے نہیں ہیں، وہ اس سے زیادہ بنیادی نوعیت کے ہیں اور پورے نظام جسمانی میں خصوصی کیمیائی مادے کے سرایت کرے سے ہوتے ہیں جو کہ خصیۃ الرحم سے نکلتے ہیں، ان بنیادی حقیقتوں سے بے خبری نے ترقی نسواں کے حامیوں کو اس عقیدہ تک پہنچایا ہے کہ دونوں صنفوں کے لئے ایک طرح کی تعلیم، ایک طرح کے اختیارات اور ایک طرح کی ذمہ داریاں ہونی چاہئیں، باعتبار حقیقت عورت نہایت گہرے طور پر مرد سے مختلف ہے، عورت کے جسم کے ہر خلیے میں زنانہ پن کا اثر موجود ہوتا ہے، یہی بات اس کے اعضاء کے بارے میں بھی درست ہے اور سب سے بڑھ کر اس کے اعصابی نظام کے بارے میں، عضویاتی قوانین بھی اتنا ہی اٹل ہیں جتنا کہ فلکیاتی قوانین اٹل ہیں، ان کو انسانی خواہشوں سے بدلا نہیں جاسکتا، ہم مجبور ہیں کہ ان کو اسی طرح مانیں جیسے کہ وہ ہیں، عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو خود اپنی فطرت کے مطابق ترقی دیں، وہ مردوں کی نقل کرنے کی کوشش نہ کریں، تہذیب کی ترقی میں ان کا حصہ اس سے زیادہ ہے جتنا کہ مردوں کا ہے، انہیں اپنے مخصوص عمل کو ہرگز چھوڑنا نہیں چاہئے" (خاتون اسلام، ص:۳۴)۔

بہر حال یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مرد وعورت دونوں برابر نہیں ہیں، بلکہ اپنی حفاظت وفطرت، طبیعت وعادات، جسمانی بناوٹ اور قوت وصلاحیت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں، اس بنیادی فرق، فطری اختلاف اور طبعی تفاوت کا تقاضہ ہے کہ دونوں کی ذمہ داریاں بھی جداگانہ ہوں اور حلقۂ کار بھی علیحدہ، اسلام نے ان کے جسمانی وخلقی تفاوت اور جداگانہ حیثیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر صنف کو اس کے مناسب کام سپرد کیا ہے، گھر کی تنظیم، داخلی امور کی دیکھ بھال، بچوں کی تربیت اور مال واسباب کی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر ڈالی ہے، چوں کہ قدرت نے اس کو اسی قسم کا جسم، اسی قسم کے اعضاء اور اسی قسم کی طاقت وصلاحیت دی ہے اور اس کا صنف ونزاکت، زنانہ عوارض، اس کی منفعل طبیعت، اس کی ممتا وشفقت اور اس کے جذبات اسی کے متقاضی ہیں اور معاشی تگ ودو، اجتماعی ومعاشرتی خدمات، حکومتی وسیاسی نظم ونسق اور فوجی ودفاعی کام مرد کے سپرد کیا ہے جو اس کی جسمانی قوت وصلاحیت، انتظامی قابلیت، عقل ورائے کی پختگی، عزم واستقلال اور شجاعت وجواں مردی کے مناسب ہے، وہ ایک قدرتی تقسیم اور فطری نظام زندگی ہے، جس پر زمانۂ قدیم سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے، عورت بڑے بڑے حکمرانوں سیاست دانوں اور فوجی سپہ سالاروں کو جنم دے سکتی ہے اور ان کی تربیت کرکے ان خدمات کے لائق بنا سکتی ہے، لیکن وہ لاکھ کوشش کرے کامیاب حکمراں، فوجی سپہ سالار اور حرب وضرب کے قابل نہیں ہوسکتی اور مرد بڑے بڑے سیاسی کارنامے انجام دے لے، بڑے بڑے معرکے سر کرلے گھر کے آنگن میں اپنی ساری جواں مردی بھول جائے گا اور ماں کی طرح بچوں کی پرورش کا اہل نہ ہوسکے گا، عورت کوشش اور محنت کرکے کسی حد تک مردانہ کام کو انجام دے سکتی ہے لیکن بچہ جننا اور پالنا وہ عظیم کام ہے کہ لاکھ کوشش کے باوجود اس کے قابل نہ بن سکے گا، اسلامی نظامِ زندگی ایک فطری نظام ہے جس میں دونوں جنسوں کی صلاحیتوں کا احترام بھی ہے اور ان کی کمزوریوں کی رعایت بھی، دونوں کی عفت وعصمت کی حفاظت بھی ہے اور ملک ومعاشرے کے جنسی انارکی سے بچانے کا انتظام بھی، اگر اس بند کو توڑ دیا جائے اور اس فطری نظام اور تقسیم کار کو ختم کرکے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہونے اور کام کرنے کا حق دے دیا جائے تو پھر پردے کی پابندی ختم ہوجائے گی، دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط ہوگا، شہوانی جذبات مشتعل ہوں گے، فواحش کی کثرت ہوگی، کیوں کہ مرد وزن کا اختلاط اور ناجائز جنسی تعلقات لازم وملزوم ہیں، ایسے مخلوط اور شہوانی ماحول میں دونوں صنف کے افراد دل جمعی اور یکسوئی سے کام نہیں کرسیں گے، قلب ونظر کی پاکیزگی اور عفت وپاک دامنی جنسِ نایاب بن کر رہ جائے گی، گھر اور خاندان کا نظام پراگندہ ہوگا، بچے ماں کی تربیت سے محروم ہوجانے کی وجہ سے سڑکوں پر آوارہ پھریں گے اور جرائم کے عادی بنیں گے اور پھر ملک ومعاشرہ کے لئے دردِ سر بن جائیں گے، نئی نسل کا بگاڑ، گھر اور خاندان کی بربادی، جنسی جرائم کی کثرت پورے ملک اور سماج کی بربادی کا سبب ہے، غیر فطری مساوات قائم کرنے کے نتیجے میں مغربی معاشرہ انہیں مشکلات سے دوچار ہوا اور تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے اور اب ان نتائج بد کے سامنے آنے کے بعد اہل مغرب کی آنکھیں کھل رہی ہیں اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہورہا ہے، اور وہ اپنے معاشرے کی بربادی دیکھ کر پہلی حالت کی طرف پلٹنا چاہتے ہیں، چنانچہ اب وہاں کے بہت سے سنجیدہ اصحاب قلم ادباء اور مصنفین گھر بسانے، خاندانی نظام کو مستحکم کرنے، عورتوں کو ان کے فطری دائرۂ کار میں رہ کر اولاد کی تربیت کرنے، ازدواجی زندگی گزارنے، زوجین کے حقوق ادا کرنے اور والدین کے ادب واحترام اور ان کی خدمت واطاعت پر زور دے رہے ہیں۔

اسلام زندگی کا ایک فطری نظام ہے، اس کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ کسی چیز کی فطرت سے نہیں ٹکراتا اور نہ اس میں کوئی ترمیم وتنسیخ چاہتا ہے، دونوں جنسوں کے درمیان جس حد تک یکسانیت ہے اس حد تک وہ مساویانہ سلوک کرتا ہے اور جہاں قدرت نے خود فرق رکھا ہے وہاں وہ اس فرق کو نظر انداز نہیں کرتا، وہ ہر صنف کو اس کے فطری اور حقیقی میدان میں رکھ کر ترقی کے مواقع فراہم کرتا ہے اور ہر ایک کی خوابیدہ صلاحیتوں کو نکھارتا ہے۔

انسانی تمدن کو جتنی ضرورت مردانہ خدمات کی ہے اتنی ہی زنانہ خدمات کی بھی ہے، خارجی اور بیرونی کام جتنی اہمیت رکھتے ہیں خانگی اور عائلی امور اور گھریلو کام کاج اس سے کم اہمیت کے حامل نہیں ہیں، مرد وعورت کے درمیان تخلیقی فرق کا پایا جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ قدرت کا منشا دونوں سے الگ الگ کام لینے کا ہے، قدرت اگر دونوں سے ایک خدمت اور یکساں نوعیت کے کام لینا چاہتی تو دونوں کو ایک فطرت پر پیدا کرتی اور دونوں کے درمیان جسمانی ودماغی صلاحیتوں کا اتنا عظیم فرق نہ ہوتا، لہذا دونوں کو ایک میدان اور ایک دائرے اور حلقے میں رکھنا منشاء فطرت اور وضع فطرت کے خلاف ہے، قوانین فطرت زبان حال سے یہ اعلان کررہے ہیں کہ لوگو! فطری قوانین اپنی جگہ اٹل اور ناقابل تغیر ہیں، ان کی خلاف ورزی نہ کرو، تم سے قبل جن قوموں نے ان کی خلاف ورزی کی ہے، وہ حرف غلط کی طرح مٹ گئے ہیں، اس لئے جو لوگ عورت کے اور انسانی ترقی کے خواہاں ہیں انہیں چاہئے کہ حقیقت پسند بنیں اور حکمت کے ساتھ عورت کو دوبارہ ان کے فطری حدود میں داخل کرنے کی کوشش کریں اور مسلم خواتین اور مشرق کے ارباب دانش کو بھی یورپ کے انجام بد سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آزادی نسواں اور مساوات مرد وزن کے پرفریب نعروں سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ یہ وہ راستہ ہے جو تمدن اور ملک ومعاشرے کو آزادی اور ترقی کی بجائے تباہی وبدبختی کی طرف لے جاتا ہے، خدا کا عطا کردہ فطری نظام ہی انسانیت کے لئے چین وسکون ترقی امن وسلامتی اور فلاح وکامرانی کا ضامن ہے۔ ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله

تیمارداری ایک انسانی حق، ایک اخلاقی فریضہ

مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی

اسلام دینِ الفت ومحبت ہے؛ جس میں انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے حوالے سے بھی زریں اصول اور بے نظیر احکام بیان کیے گئے ہیں، من جملہ ان میں ''عیادت اور بیمار پرسی'' بھی ہے،اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس عنوان پر کچھ روشنی ڈالی جائے،اس فراموش کردہ عظیم سنت اوراہم ترین عبادت کی فضیلت واہمیت اجاگر کی جائے؛ تاکہ ہم بھی دوسروں کا دکھ درد اپنے سینوں میں محسوس کریں اورانہیں دیکھ کر اللہ کی بے پناہ نعمتوں کا شکر بجالانے کی توفیق ملتی رہے۔

عیادت کے فضائل واحکام:۔

عیادت کے معنی مطلق زیارت کے آتے ہیں؛ لیکن اس کا مشہور اِستعمال مریض کی زیارت کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ :۳۱/۷۶)مریض کی عیادت کا کیا حکم ہے اس بارے میں فقہاءامت کے متعدد اقوال ہیں:(۱)سنت (۲) مندوب (۳) واجب (۴) سنت علی الکفایۃ (۵) فرض علی الکفایۃ ۔راجح یہ ہے کہ اگر کوئی دیکھ بھال کرنے والا ہو تب تو سنت ہے ورنہ واجب ہے۔(مرقاۃ:۳/۱۱۲۰) شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:عیادت کا حکم اصل میں تو مستحب ہونے کا ہے؛لیکن بعض اوقات بعض لوگوں کیلئے وجوب کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔(فتح الباری)

ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی عیادت کرنا تو اسلام کا حق ہے؛مگر اس سے آگے بڑھ کر انسانیت کی بنیاد پر بلاتفریق مذہب وملت غیر مسلم برادران وطن کی مزاج پرسی بھی اجر وثواب سے خالی نہیں،اگر اس میں تبلیغ اسلام کی نیت کرلی جائے تو پھر نور علی نور۔روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک غیر مسلم یہودی لڑکے کی خبر گیری اور عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی،اور وہ لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش خلقی سے متاثر ہوکر آپ کی بے لوث دعوت کے نتیجے میں مسلمان ہوگیا۔(بخاری شریف)اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی بیمار پرسی اور دعوت ایمان کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے۔(بخاری شریف).

ایک اور روایت میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں،فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بے شک مسلمان جب اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ مستقل جنّت کی میوہ خوری میں مصروف رہتا ہے یہاں تک کہ وہ عیادت سے واپس آجائے۔(مسلم شریف)

مزاج پرسی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت کے لیے اگر صبح کے وقت جائے تو شام تک اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اُس کیلئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں اور جنت میں اُس کیلئے ایک باغ مقرر ہو جاتا ہے۔(ترمذی شریف)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اپنے دینی بھائی کی زیارت کرتا ہے یعنی ملنے کیلئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: تم (دنیا وآخرت میں)خوش رہو،اور بہت اچھا رہے تمہارا چلنا اور تمہیں جنت میں ایک بڑا درجہ اور مرتبہ حاصل ہو۔(ترمذی شریف)نیز حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو کسی مریض کی عیادت کرے اور اُس کے پاس بیٹھ جائے تو جب تک وہ اُس کے پاس بیٹھے،رحمتِ الٰہی اُس کو ہر جانب سے گھیر لیتی ہے اور جب وہ اُس کے پاس سے اٹھ کر چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ایک دن کے روزے کا اجر لکھ دیتے ہیں۔(کنز العمال)

بیمار پرسی کے آداب:

جس طرح ہر عبادت کے کچھ ادب آداب ہوتے ہیں،دین اسلام میں عیادت کے بھی مستقل آداب بتلائے گئے ہیں، بہت سے حضرات کو عیادت کے آداب کا علم نہیں ہوتا،نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بیمار کو تسلی دینے اور آرام پہنچانے کے بجائے اس کی تکلیف کا سبب بن جاتے ہیں،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ تیمارداری کے آداب بھی امت کو سکھائے ہیں، ہر مسلمان کو ان کی رعایت کرنی چاہیے:

(الف)سب سے پہلے دعاء پڑھی جائے اور خیر وبھلائی کی بات کی جائے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ سے اسے چھوتے اور یہ دعا پڑھتے:''اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاءَ الا شِفَائُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سُقْمًا'' (بخاری ومسلم)اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار یا میت کے گھر جاؤ تو اچھی باتیں کہو،اس لئے کہ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں جو تم کہتے ہو۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا،اس وقت آپ بخار میں مبتلا تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!اس وقت آپ کو شدید بخار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ میں نے کہا: کیا ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ آپ کے لئے دوہرا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!مسلمان کو مرض یا کسی اور وجہ سے جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے،جس طرح درخت اپنے پتے کو گرادیتا ہے۔(صحیح بخاری،کتاب المرضیٰ)

(ب)مریض کے پاس کم بیٹھنا: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عیادت کی سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا جائے اور شور کم کیا جائے۔(مشکوٰۃ المصابیح)نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "العیادۃ فواق ناقۃ "یعنی بیمار کی عیادت بس اتنی دیر ہونا چاہیے جتنی دیر اونٹنی کو دومرتبہ دوہنے کے درمیانی وقفے میں لگتی ہے۔(یعنی تھوڑی سی دیر)اسی طرح حضرت سعید ابن المسیبؒ نے فرمایا کہ ''افضل ترین عیادت وہ ہے جس میں بیمار پرسی کرنے والا جلدی اٹھ کر چلا جائے'' (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقیؒ)ان روایات کی روشنی میں علماءنے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے کہ عیادت کرنے والا بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے جس سے بیمار کو زحمت ہو۔ملاعلی قاریؒ نے بعض حضرات سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم مشہور صوفی بزرگ سری سقطیؒ کی عیادت کو گئے اور دیر تک بیٹھے رہے۔وہ پیٹ کے درد سے بے چین ہورہے تھے اور ہم اٹھتے نہ تھے تو، بالآخر ہم نے ان سے کہا کہ:''ہمارے لئے دعا فرمائیے تو ہم چلیں'' اس پر حضرت سری سقطیؒ نے دعا فرمائی کہ ''یا اللہ!انہیں بیماروں کی عیادت کا طریقہ سکھا دیجئے''۔

(ج)عیادت صرف اللہ کی رضاء کیلئے ہو: عیادت بلکہ ہر عمل کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کو صرف اللہ کی رضا کیلئے کیا جائے،نفسانی اغراض اور دنیاوی مصالح یا نام ونمود اور دکھلاوا ہرگز پیش نظر نہیں رکھنا چاہیئے؛ کیونکہ یہ عمل کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے جو صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کی رضاء وخوشنودی اور آخرت کے (بہترین انجام اور ثواب)کے حصول کیلئے کسی مریض کی عیادت کرنے کیلئے جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں،ایک گناہ معاف کردیتے ہیں اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو اجر وثواب (کے سمندر)میں غرق ہوجاتا ہے۔(شعب الایمان)

(د)مریض کو اُس کی پسندیدہ غذا کھلانا،جبکہ اُس کے لئے وہ نقصان دہ نہ ہو: بیماری کی حالت میں منہ کا ذائقہ عموماً بدل جاتا ہے اور بعض اوقات اِسی کیفیت میں مریض کا دل کسی خاص چیز کے کھانے کا کررہا ہوتا ہے،ایسے میں دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ چیز مریض کیلئے نقصان دہ نہ ہو اور معالج کی طرف سے اُس کا پرہیز نہ بتایا گیا ہو تو مریض کو منع نہیں کرنا چاہیے، بلکہ کوشش کرکے کہیں سے بھی اُسے حاصل کرکے مریض کو کھلانا چاہیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی تعلیم دی ہے: حضرت سلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مریض کو وہ چیز کھلائی جس کی اُسے خواہش تھی،اللہ تعالیٰ اُسے جنّت کے پھل کھلائیں گے۔(طبرانی کبیر)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کی عیادت کی،آپ نے اُس سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ اُس سے کہا میں گندم کی روٹی کھانا چاہتا ہوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے اِرشاد فرمایا: جس کے پاس گندم کی روٹی ہو اُسے چاہیے کہ اپنے بھائی کے لئے بھیج دے،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا مریض کسی چیز کے کھانے کی خواہش کرے تو اُسے کھلا دینا چاہیئے۔(ابن ماجہ)

صحابہ کا ذوق عیادت:

ہر وہ شخص جو کبھی بیماری اور پریشانی سے دوچار ہوا ہو وہ یہ بات بہ خوبی جانتا ہے کہ مریض ہمیشہ اس بات کا طلب گار رہتا ہے کہ اس کی دلجوئی کی جائے، کوئی ہو جو اس کے پاس آکر بیٹھے،اس سے باتیں کرے،اس کا حال پوچھے، اس کی تیمارداری کرے۔سیدنا قیس بن سعد بن عبادہؓ بڑے مشہور صحابی ہیں، ان کا گھرانہ بڑا سخی تھا، اللہ نے انہیں خوب نوازا تھا۔ بنوخزرج کے اس سردار ابن سردار سے بہت سے لوگ قرض لے جاتے تھے۔ضرورتمند لوگ قرض لے تو لیتے ہیں؛مگر اس کی واپسی اتنی آسان نہیں ہوتی۔ایک مرتبہ قیس بیمار ہوگئے۔اب وہ اس انتظار میں ہیں کہ لوگ ان کی تیمار داری کے لیے آئیں؛مگر بنوخزرج کے اس سردار کا گھر مہمانوں سے خالی ہے۔ بیوی سے پوچھا: میں بیمار ہوں۔ کیا وجہ ہے کہ لوگ میری تیمار داری کے لیے نہیں آئے؟!بیوی کہنے لگی: آپ کو معلوم ہے کہ مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ سے قرض لے رکھا ہے،ان کے وعدے گزر چکے ہیں مگر وہ قرض واپس نہیں کر سکے۔ وہ آپ سے شرمندہ ہیں اور آپ کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں۔قیس کہنے لگے: اچھا!تو یہ بات ہے کہ لوگ قرض واپس نہ کرسکنے کی وجہ سے میری تیمار داری کے لیے نہیں آئے۔ کہنے لگے: برا ہو ایسے مال کا! جو لوگوں کو میری تیمار داری سے روک رہا ہے۔منادی کرنے والے کو بلایا۔اس سے کہا: جاؤ!مدینہ کے بازاروں میں اعلان کردو کہ جو کوئی قیس بن سعد کا مقروض ہے،قیس کی طرف سے اعلان ہے کہ اس کا قرض معاف کیا جاتا ہے۔اعلان کرنے کی دیر تھی کہ لوگ اتنی کثرت سے ان کے گھر تیمار داری کیلئے آتے گئے کہ گھر کے دروازے کی دہلیز ٹوٹنے کے قریب ہوگئی۔

اسی طرح ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا شخص ہے جس نے آج روزہ رکھا ہوا ہے؟ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج روزہ رکھا ہوا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے کس نے کسی مسلمان بھائی کا جنازہ پڑھا ہے؟ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جنازہ پڑھا ہے۔ارشاد ہوا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ ابو بکر صدیقؓ عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ ابو بکر صدیقؓ عرض کرتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج مریض کی عیادت کی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان اقدس سے یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہیں: جس شخص میں یہ ساری خوبیاں جمع ہو جائیں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔(رواہ مسلم)۔

ذرا غور کیجیے! ان خوبیوں میں سوائے روزے کے باقی ساری خوبیاں اخلاق حسنہ اور دوسروں سے حسن سلوک کی نشان دہی کرتی ہیں۔

ہماری حالت زار:

آج کل ہمارے معاشرہ میں جملہ معاشرتی حقوق ایک رسم بن کے رہ گئے ہیں۔اگر کوئی بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کے لیے جانا بھی دردسر سمجھا جاتا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ "فلاں کو دیکھنے بھی جانا ہے، دودن ہوگئے وہ بیمار ہے، وہ کہے گا کہ میں اس کو دیکھنے بھی نہیں آیا"۔ مریض کی عیادت کو نیک کام نہیں؛ بلکہ ایک بوجھ سمجھ کر کیا جاتا ہے، حالاں کہ یہ ایک انسانی حق ہے اس کی ادائیگی میں ایثار اور خندہ پیشانی کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔آج اجتماعی اور انفرادی دونوں طریقوں سے تیمارداری کی اس سنت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔قابل مبارک باد ہے وہ دینی اور رفاہی تنظیمیں جو اس حوالے سے سرگرم عمل ہیں؛مگر ان ہی پر اکتفا کرنا ٹھیک نہیں؛ بل کہ حالات کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اسلام کا پیغام انسانیت لوگوں تک پہونچانا بھی وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔اللہ پاک ہمیں اس عظیم عبادت میں حصہ لیتے رہنے اور بہ قدر وسعت اس کو وقتاً فوقتاً انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

نیٹو نے افغانستان کی امداد روکی

نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن (نیٹو) نے افغانستان کے لیے تمام امداد معطل کر دی ہے اور آئندہ حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنی بین الاقوامی ذمہ داریاں پوری کرے اور انسانی حقوق کا تحفظ کرے۔ جمعہ کو ایک مشترکہ بیان میں نیٹو کے رکن ممالک کے وزرائے خارجہ نے کہا کہ موجودہ حالات میں نیٹو نے افغانستان کے لیے ہر قسم کی امداد معطل کر دی ہے۔ آئندہ کسی بھی افغان حکومت کو بین الاقوامی ذمہ داریوں کی پاسداری کرنی چاہئے اور تمام افغانوں بالخصوص خواتین، بچوں اور اقلیتوں کے انسانی حقوق کا تحفظ کرنا چاہئے۔(یو این آئی)

امریکہ نے طالبان کا کنٹرول سنبھالنے کے بعد نو ہزار فوجیوں کو ہٹایا

طالبان کے افغانستان پر قبضہ کرنے کے بعد، امریکہ نے تقریباً نو ہزار فوجیوں کو ہٹا دیا ہے، جبکہ جولائی کے بعد نکالے جانے والے فوجیوں کی تعداد چودہ ہزار کے قریب پہنچ گئی ہے، امریکی صدر کے دفتر وائٹ ہاؤس کی کمیونیکیشن ڈائریکٹر کیٹ بیڈنگ فیلڈ نے یہ اطلاع دی، انہوں نے کہا کہ ہم ہر روز اس تعداد میں اضافہ کر رہے ہیں۔(یو این آئی)

برکینا فاسو میں دہشت گرد حملے میں ہلاکتوں کی تعداد ۸۰/تک جا پہنچی

برکینا فاسو کے صدر روچ مارک کرسٹیان نے حملے کے بعد ملک بھر میں ۷۲/گھنٹوں کے لیے اعلانِ سوگ کیا ہے۔ برکینا فاسو کے ساحلی علاقے میں بروز بدھ ہونے والے دہشت گردانہ حملے میں ہلاکتوں کی تعداد ۸۰/تک ہوگئی ہے، محکمہ اطلاعات کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ میں بتایا گیا ہے کہ صوم تحصیل میں شہریوں اور حفاظتی قوتوں پر مبنی ایک قافلے کو ہدف بنانے والے حملے میں ۱۵/فوجی اور ۶۵/شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔(یو این آئی)

چینی پارلیامنٹ نے شہریوں کو تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دی

آبادی میں کمی کے درمیان چینی پارلیمنٹ یعنی نیشنل پیپلز کانگریس نے آج حکمران کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے پیش کردہ تین بچوں کی پالیسی کی باضابطہ طور پر توثیق کر دی، رواں سال مئی میں چین کی حکمران کمیونسٹ پارٹی آف چائنا (سی پی سی) نے زیادہ سے زیادہ دو بچے پیدا کرنے کی سخت پالیسی میں نرمی کی منظوری دی تھی، تاکہ تمام جوڑوں کو تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دی جا سکے، تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دینے کا نظر ثانی شدہ آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی کا قانون نیشنل پیپلز کانگریس کی قائمہ کمیٹی (این پی سی) نے منظور کیا تھا۔(یو این آئی)

ملائیشیا: ۳/سال میں تیسرے وزیر اعظم کی تقرری

ملائیشیا کے بادشاہ السلطان عبداللہ نے اسماعیل صابری یعقوب کو ملک کا نیا وزیر اعظم نامزد کر دیا ہے۔ ملائیشیا میں محی الدین یاسین ۱۷/ماہ اقتدار میں رہنے کے بعد کابینہ سمیت وزیر اعظم کے عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے، جس پر پیدا ہونے والے سیاسی بحران کے حل کے لیے ملک کے بادشاہ نے نیا وزیر اعظم نامزد کر دیا۔ اسماعیل صابری یعقوب گزشتہ حکومت میں سابق وزیر اعظم محی الدین یاسین کے نائب کے طور پر ذمہ داری نبھا رہے تھے اور ان کی اولین ترجیح سیاسی اتحاد میں اتفاق کو برقرار رکھنا ہے ورنہ انھیں بھی اپنے پیشروؤں کی طرح حکومت چلانے میں مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ واضح رہے کہ ملائیشیا میں نجیب رزاق کو شکست کے بعد بننے والی اتحادی حکومت کے پہلے دو سال مہاتیر محمد وزیر اعظم رہے اور اگلے دو برس کے لیے محی الدین یاسین کو اقتدار دیا گیا تاہم انھیں حکومتی اتحاد میں ٹوٹ پھوٹ کے باعث معیاد سے پہلے ہی مستعفی ہونا پڑا۔(نیوز ایکسپریس)

تعلیم و روزگار

ملک کے اقلیتی تعلیمی اداروں میں 62.50 فیصد غیر اقلیتی طلبہ زیر تعلیم

نیشنل کمیشن فار پروٹیکشن آف چائلڈ رائٹس (NCPCR) کی ایک سروے رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ مذہبی اقلیتی اسکولوں میں مسلم اقلیتی اسکولوں میں 62.50 فیصد غیر اقلیتی طلبہ زیر تعلیم ہیں، اس اسٹڈی سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ ہندوستان میں مذہبی اقلیتی اسکولوں میں عیسائی کمیونٹی کی حصہ داری 71.96 فیصد ہے، جبکہ کل مذہبی آبادی میں کمیونٹی کی حصہ داری 11.54 فیصد ہے۔ کمیشن کے مطالعہ کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا تھا کہ اقلیتی کمیونٹیز کے بچے بھی معیاری ابتدائی تعلیم تک رسائی حاصل کریں۔ مطالعہ میں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ مذہبی اقلیتی اسکولوں میں مسلم کمیونٹی کی حصہ داری 22.75 فیصد ہے اور ان کے اقلیتی اسکولوں میں غیر اقلیتی طلبہ کی سب سے کم تعداد 20.29 فیصد ہے۔ مطالعہ کے مطابق تمام کیونٹیز میں 62.50 فیصد طلبہ غیر اقلیتی کمیونٹیز سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ 37.50 فیصد طلبہ اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مطالعہ کے مطابق عیسائی کمیونٹی اسکولوں میں غیر عیسائی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے طلبہ کی تعداد 74.01 فیصد ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ سکھ برادری کل مذہبی اقلیتی آبادی کا 9.78 فیصد ہے، جبکہ مذہبی اقلیتی اسکولوں میں اس کی حصہ داری 1.54 فیصد ہے۔ مطالعہ میں پایا گیا ہے کہ بودھ کمیونٹی کل مذہبی آبادی کا 3.38 فیصد ہے اور ہندوستان میں کل مذہبی اقلیتی اسکولوں میں اس کی حصہ داری 0.48 فیصد ہے۔ جین کمیونٹی مذہبی اقلیتی آبادی کا 1.90 فیصد ہے اور مذہبی اقلیتی اسکولوں میں اس کی حصہ داری 1.56 فیصد ہے۔ پارسی کمیونٹی ہندوستان کی کل مذہبی آبادی کا 0.03 فیصد ہے اور کل مذہبی اقلیتی اسکولوں میں اس کی حصہ داری 0.38 فیصد ہے۔ دیگر مذہبی کمیونٹیز (بشمول قبائلی مذاہب، بہائی، یہودی) کی مذہبی اقلیتی آبادی میں حصہ داری 3.75 فیصد ہے اور مذہبی اقلیتی اسکولوں میں ان کی حصہ داری 1.3 فیصد ہے۔ اسکول سے باہر کے بچوں کی شناخت کرنے کیلئے تمام غیر تسلیم شدہ اداروں کی میپنگ کی سفارش کرتے ہوئے، این سی پی سی آر نے کہا کہ بچوں کی ایک بڑی تعداد ایسے اسکولوں اور اداروں میں پڑھتی ہے جو تسلیم شدہ نہیں ہیں۔ ایسے اداروں کی تعداد معلوم نہیں ہے۔ لہذا یہ ادارے معیاری تعلیم فراہم کرتے ہیں یا نہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے۔(نیوز 18۔اردو)

اعـــلان

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

میں اخلاقیات ودینیات پڑھانے کے لئے ایک ایسے باصلاحیت ومستند عالم دین کی ضرورت ہے جو تدریس کے ساتھ ادارہ کے ہاسٹل کی نگرانی کی ذمہ داری بھی ادا کر سکیں۔

مورخہ 10-09-2021 تک امیدوار درخواست بھیج سکتے ہیں۔ انٹرویو کی تاریخ سے بعد میں مطلع کیا جائے گا، انٹرویو میں شامل ہونے کے لئے سند کی کاپی ساتھ لانا ضروری ہے۔

امیدوار حضرت درج ذیل پتہ، E-mail اور whatsapp پر بھی اپنی درخواست بھیج سکتے ہیں:۔

سکریٹری مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ۔ پن کوڈ: 801505

Email: mmrmiti@gmail.com Website: www.mmrmti.in

رابطہ نمبر: 0612-2555257, 9304924575 (whatsapp)

اعلان داخلہ

امارت شرعیہ کے درج ذیل اداروں میں داخلہ کے لئے حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کریں۔

دربھنگہ

امارت مجیبیہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI) مہدولی دربھنگہ

(۱) الیکٹریشین (Electrician) (۲) فٹر (Fitter) (۳) ڈرافٹس مین سول (D.M. Civil) (۴) سروئیر (SURVEYOR)

رابطہ نمبر

9471929848,7091852460,06272220017

پورنیہ

امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ مظفر نگر، گلاب باغ پورنیہ

(۱) انسٹرومنٹ میکانک (Instrument Mechanic)

(۲) الیکٹریشین (۳) الیکٹرونک میکانک (۴) فٹر

رابطہ نمبر

9471629577,8340554732

راورکیلا اڈیشہ

امارت عمر ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر بسرا راورکیلا

(۱) الیکٹریشین (۲) فٹر (۳) ویلڈر (Welder)

رابطہ نمبر

9337644048,9938790818,7504534974

پٹنہ

امارت انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ الیکٹرونکس

امارت شرعیہ کیمپس پھلواری شریف پٹنہ

(۱) بیچلر آف کمپیوٹر اپلی کیشن (BCA) (۲) بیچلر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (BBA) (۳) بیچلر آف لائبریری سائنس (BLIS) (۴) بیچلر آف جرنلزم اینڈ ماس کمیونکیشن (BJMC) (۵) ڈپلوما ان آپریٹنگ لینگویج (DOL)

رابطہ نمبر

9431838323,9304109387,7003160520

پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارامیڈیکل)

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

(۱) بی ایم ایل ٹی (BMLT) اور فیزیوتھروپی (BPT) ساڑھے چار سالہ کورس

رابطہ نمبر

8873771070,7250222587,9334338123

پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

(۱) الکٹرونکس (۲) فٹر (۳) ڈرافٹس مین سول (۴) پلمبر (ایک سال)

رابطہ نمبر

8298678082,8825126782,9304924575

7979724968

پٹنہ

ڈاکٹر عثمان غنی امارت گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ (صرف لڑکیوں کے لئے)

ہارون نگر سیکٹر۔۲، نزد پھلواری شریف ریلوے اسٹیشن، پٹنہ

(۱) بیچلر آف کمپیوٹر اپلی کیشن (BCA) (۲) بیچلر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (BBA) (۳) بیچلر آف لائبریری سائنس (BLIS) (۴) بیچلر آف جرنلزم اینڈ ماس کمیونکیشن (BJMC) (۵) ڈپلوما ان آپریٹنگ لینگویج (DOL)

رابطہ نمبر

9386133611,7563028644,8210878017

نـــوٹ: واضح ہو کہ امارت انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ الیکٹرونکس اور ڈاکٹر عثمان غنی امارت گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی پٹنہ سے ملحق ہے، جبکہ پارامیڈیکل کا ڈپلوما کورس محکمۂ صحت حکومت بہار سے منظور شدہ ہے اور آئی ٹی آئی کے تمام کورسوں کی منظوری نیشنل کاؤنسل آف ووکیشنل ٹریننگ (NCVT) سے حاصل ہے۔

سہیل احمد ندوی

سکریٹری جنرل امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

Scanned with CamScanner

مسلم لڑکیوں میں دینی تربیت کا فقدان

مفتی امانت علی قاسمی استاذ و مفتی دار العلوم وقف دیوبند

اس وقت ہندوستان جس پر خطر دور سے گزر رہا ہے، اس سے ہر باشعور شخص بخوبی واقف ہے، ہمارا ملک ہندتوا کے جس ایجنڈے پر عمل پیرا ہے وہ کسی چشم بینا سے مخفی نہیں، منظم انداز میں مسلم بچیوں کے ذریعہ اسلامی تہذیب پر شب خون مارنے کی زبردست کوشش ہو رہی ہے؛ اس کے لیے مختلف تنظیمیں سرگرم عمل ہیں، اور پیسے اور دیگر وسائل کا بھرپور استعمال کیا جا رہا ہے، مسلم لڑکیوں کو ارتداد کی ناپاک چادر پہنانے کے لیے غیر مسلم لڑکوں کو باضابطہ تیار کیا جا رہا ہے، اس کے لیے ''لو جہاد'' کا جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے بالآخر جو کوششیں ہو رہی تھیں اس کے بھیانک نتائج سامنے آنے لگے ہیں۔

سب سے پہلے اس کا جائزہ لیجیے کہ یہ بیماری کہاں سے آرہی ہے؟ مسلم بچیاں غیر مسلم کے دام فریب میں کس طرح آرہی ہیں؟، وہ کون سے طریقے اور راستے ہیں جہاں سے مسلم لڑکیاں غیر مسلموں کی دوست بن رہی ہیں اور پھر یہ دوستی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ کوئی طاقت ان کو گمراہی کے راستے پر جانے سے نہیں روک سکتی ہے۔ آخر کون سا نشہ انہیں پلا دیا جاتا ہے کہ ماں کی ممتا اور باپ کی محبت، خاندان کی چہار دیواری، بھائی بہنوں کی محبت کی ڈوری، اسلامی تہذیب کی توانائی سب کچھ انہیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں، اور عارضی محبت کے اس نشے میں وہ سب کچھ قربان کر کے اسلام کی اس حصار کو پار کر جاتی ہیں جس کے ذریعہ وہ نہ صرف اپنا خاندان، ماں باپ، بھائی بہن، رشتے دار سے دور ہو جاتی ہیں؛ بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت کے دروازے کو اپنے اوپر بند کر لیتی ہیں اور جہنم کا مستحق بن جاتی ہیں۔

کیا صرف غیر مسلم تنظیموں کی کوششوں سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کیا یہ سب کچھ دانستہ ہو رہا ہے؟ میرا خیال ہے کہ مطلقا ایسا نہیں ہے، اور نہ ہی یہ چند دنوں یا چند سالوں کی محنت کا نتیجہ ہے؛ بلکہ یہ ہماری دیرپا غفلت اور حالات کی نزاکت سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے، اس میں ہماری بچیاں جتنی قصوروار ہیں اسی قدر ہم خود بھی مجرم ہیں۔

اس مسئلے کا آغاز درحقیقت تعلیم گاہوں سے ہوتا ہے، بڑی بڑی مسلم آبادی میں بھی مسلم منجمیٹ تعلیمی ادارے پر توجہ نہیں دی گئی اور اگر تعلیمی ادارے قائم بھی ہوئے تو شوق مغرب نے ہمیں کامریٹ اسکولوں سے کم پر قناعت کرنے نہ دیا، ہم نے اپنی بچیوں کو ساز و سارنگ پر تھرکتے ہوئے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا، اور فخر کا مظاہرہ کیا، اپنے دوستوں اور رشتے داروں کے درمیان اس فخر کے لیے اپنی بچی کو ناچنے کی ترغیب دی۔ معاملہ یہیں نہیں رکا، غیر مسلم یا عیسائی اسکولوں میں ہماری بچی پڑھنے گئی اور وہاں کی تعلیم و تربیت نے اس کی پوری زندگی کو متاثر کیا اور ہمارا طرز عمل یہ رہا کہ بچی کو اپنے ماحول میں ڈھالنے کے بجائے ہم خود اس کی تعلیم میں ڈھل گئے اور اب نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

اس پورے قضیے کو آسان انداز میں اس طرح سمجھئے کہ ہماری بچی جب پڑھنے کے قابل ہوئی تو کامریٹ اسکول یا غیر مسلموں کے اسکولوں میں ہم نے اس کا داخلہ کرا دیا پانچ سال کی عمر میں اس کے جو دوست اور کلاس ساتھی تھے ان کے نام ہیں شیام، دیال، رام پرساد، ونود، گنیش وغیرہ انہی ناموں سے ہماری بچی کی دوستی ہوئی، انہی کے ساتھ اس نے کھیلنا سیکھا، کلاس میں جب اس کو مدد کی ضرورت پیش آئی تو اس نے انہی سے مدد طلب کی، ان اسکولوں کے نصاب تعلیم کے ذریعہ لاشعوری طور پر جس تہذیب سے ان کو قریب کیا گیا وہ غیر اسلامی تہذیب تھی، جس ماحول سے اس کو آشنا کیا وہ دین بیزاری کا ماحول تھا، جس پگڈنڈی پر اس کو چلنا سکھایا گیا وہ بے حیائی اور بے پردگی کا راستہ تھا، اسکول کی تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ہی وہ شعور کی عمر کو پہنچ گئی، دوستی، انسیت اور محبت جو انسان کی فطرت میں ودیعت ہے اور انسان جن کے ساتھ اور جن کے درمیان رہتا ہے ان سے غیر فطری طور پر محبت کرنے لگتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بچیاں بھی اسی کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ پھر اس کی تعلیم اسکول سے کالج تک پہونچی اور انسیت و الفت کا یہ رشتہ دراز ہو کر محبت و مودت میں تبدیل ہو گیا اور اس سے آگے تعلیم کے بعد یہ دونوں ملازمت میں بھی ساتھ رہے اور اس طرح یہ رشتہ مضبوط ہوتا رہا اور بالآخر دونوں رشتہ ازدواج میں بندھ گئے کبھی ایسا ہوا کہ لڑکی کی محبت غالب ہوئی اور غیر مسلم لڑکے نے اسلام قبول کر لیا اور کبھی ایسا کہ لڑکی نے اسلام کی چوکھٹ کو پھلاند کر ہندو ریتی رواج کے مطابق شادی کر لی۔ یہ سب کچھ ایک طویل زمانے سے ہو رہا ہے اب اس میں ہندو انتہا پسند تنظیموں کی طرف سے شدت آئی ہے اور منظم انداز پر مسلم لڑکیوں کو ٹارگیٹ کیا جا رہا ہے اور اس میں ہمارا یہ تعلیمی نظام سب سے زیادہ معاون بن رہا ہے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس فکری و ذہنی ارتداد میں سب سے بڑا کردار ہمارے تعلیمی نظام کا ہے، اس لیے کہ اس تعلیمی نظام میں ایک بچی غیروں کے حوالے کر دی جاتی ہے اور اس کی دینی تربیت، اسلامی تہذیب سے ان کی واقفیت ایک مسلمان عورت کے فرائض و حقوق، عقیدہ توحید، رسالت اور آخرت کی اہمیت، اسلام کے ابدی و آفاقی نظام کی عظمت، اسلامی تعلیمات کی معقولیت، عقیدہ شرک کی قباحت، اس کی غیر معقولیت، جیسے موضوعات سے واقف نہیں کرایا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلم لڑکی مندر کے نظام سے جس قدر واقف اور مانوس ہوتی ہے مسجد کے نظام سے اس قدر مانوس نہیں ہوتی۔

آج اگر ہم اس نظام میں تبدیلی چاہتے ہیں، اور مسلم بچیوں کے ایمان و اعمال کی بقا اور اسلامی تہذیب پر اپنے ہاتھوں ہوتے یلغار کو روکنا چاہتے ہیں تو ہمیں سنجیدہ اور دیرپا محنت کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہمارے اندر یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ اپنی بچیوں کی تعلیم کے ذریعہ کچھ حاصل کرنے کے ساتھ بہت کچھ کھو رہے ہیں جب تک یہ احساس نہیں ہوگا اس وقت تک ہم کھوئے ہوئے احوال کا تدارک نہیں کر پائیں گے۔

سب سے پہلے ہمیں اپنا تعلیمی نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے، جہاں کہیں بھی بڑی مسلم آبادی ہو اور مسلمان معیشت میں مضبوط ہوں ان کو اپنے معیاری اسکول قائم کرنے چاہیے اور اسکولوں میں بھی گرل اسکول اور گرل کالج قائم کرنے پر سب سے زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے، اس کے ذریعہ ہم بہت آسانی سے اس طرح کے واقعات پر قابو پا سکتے ہیں، مسلم منجمینٹ اسکولوں میں ایک کلاس اسلامی معلومات کا رکھا جا سکتا ہے، اور اس طرح کے اسکول سے ہم اسلامی تہذیب و ثقافت کے فروغ کا بڑا کام کر سکتے ہیں۔

دوسرا کام یہ ہے کہ جہاں مسلمان اپنے اسکول قائم نہیں کر سکتے ہیں وہاں اسکول کے ٹائم ٹیبل کو سامنے رکھ کر دو گھنٹے کے لیے اسلامی کورس مرتب کر کے اسلامک اسکول قائم کیا جائے، جس میں لازمی طور پر اسکول میں پڑھنے والی بچیوں کو داخلہ دلایا جائے، بعض لوگ اپنے گھروں میں کسی حافظ یا عالم کو ٹیوشن کے لیے رکھتے ہیں اور اس ذریعہ اپنی بچی کو دینی تعلیم دلانے کی کوشش کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ متبادل نہیں ہو سکتا ہے، ماحول کا مقابلہ ماحول کے ذریعہ ہو سکتا ہے جس طرح اہتمام کے ساتھ لڑکیاں اسکول جاتی ہیں اسی طرح اہتمام کے ساتھ اسلامک مکتب یا اسلامک اسکول میں بھی جائیں تاکہ اسکول کی تعلیم کے ذریعہ ان کے دل و دماغ پر جو بے دینی کا غبار چھا گیا ہے اسلامک اسکول کے ماحول سے اس غبار کو کم کیا جا سکے۔

ایک مسئلہ یہ بھی اہل علم کے لیے غور و فکر کا طالب ہے کہ آج مسلم بچیوں کی جو بے دینی اور فکری ارتداد ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں اس میں ایک اہم عنصر یہ ہے کہ ہماری مسلم بچیاں اسلامی تعلیمات، اسلامی احکامات سے غیر مانوس ہیں، دینی مزاج سے مانوس نہ ہونے میں ایک چیز یہ بھی حائل ہے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے، مسجد میں جو دینی پروگرام ہوتے ہیں اس میں شرکت کی اجازت نہیں ہے، عورتیں اپنی کسی ضرورت سے باہر ہوں اور ان کی نماز قضاء ہو جائے تو ہو جائے لیکن وہ مسجد میں نماز کے لیے نہیں آتی ہیں، حضرات فقہاء نے قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے آنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، اس میں بنیادی عنصر یہ تھا کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا فتنہ سے خالی نہیں ہے، اس لیے عورتوں کو گھر سے نہیں نکلنا چاہیے اور نماز جیسے اہم فریضے کو بھی گھر میں ادا کرنا چاہیے۔ آج جب کہ بہت سے اہل علم عورتوں کے تبلیغی جماعت میں جانے کی دینی ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیتے ہیں، لڑکیوں کے لیے پردہ کے نظام کے ساتھ اسکول و کالج کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح مختلف مواقع پر عورتیں گھر سے باہر نکلتی ہیں، اس لیے آج کے ماحول میں اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے اس لیے گھر سے نماز کے لیے نکلنا درست نہیں ہے لیکن جو لڑکیاں ملازمت کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں، یا تعلیم کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں، یا اس کے علاوہ کسی دوسری ضرورت سے باہر نکلتی ہیں اور آس پاس کی مساجد میں پردے کے ساتھ عورتوں کی نماز کا نظم بھی ہے تو وہاں نماز پڑھ لیا کریں تاکہ ہماری مسلم بچیاں مسجد کے ماحول سے کسی حد تک مانوس ہو سکیں۔ اسی طرح اگر جمعہ وہ خواتین جو اپنی ضرورت سے گھر سے باہر ہیں وہ مسجد میں آکر نماز پڑھیں اور دینی بیانات کو سنیں تو امید ہے کہ دینی باتوں کو سن کر اسلام کے تعلق سے ان کی غلط فہمیاں دور ہوں گی، شرک و کفر سے ان کی انسیت بعد اور نفرت میں تبدیل ہوگی۔ یہ ایک علمی مسئلہ ہے اس پر اہل علم کو غور کرنا چاہیے اور اگر کوئی ممکن نظام بن سکتا ہو تو ضرور بنانا چاہیے۔

نکاح ماہِ محرم میں ناجائز نہیں

طارق اطہر حسین، آسنسول

'محرم' کے معنی ہیں 'حرمت والا' اور ''الحرام'' کے معنی 'قابلِ احترام' کے ہیں۔ گویا محرم الحرام کے معنیٰ ''حرمت والے قابلِ احترام مہینے'' کے ہوئے۔ محرم الحرام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کا شمار حرمت والے مہینوں میں ہوتا ہے، حرمت والے مہینے کل چار ہیں، جن کے نام بالترتیب یہ ہیں، محرم الحرام، رجب المرجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کی بڑی حرمت تھی اور ان کو قابلِ احترام سمجھا جاتا تھا۔

احترام والا مہینہ ہونے کے باوجود ماہِ محرم الحرام سے متعلق کچھ ایسا تصور اور رجحان عام ہو چکا ہے کہ اس مہینے میں نکاح نہیں کرنا چاہیے حالانکہ شریعت کا مزاج اور احکام اس کی صریح نفی کرتے ہیں۔ اس مہینے کو غم و رنج کا مہینہ سمجھا جاتا ہے؛ کیونکہ اس مہینے میں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہید کر دیا گیا تھا؛ لیکن شہادت تو ایسی عظیم سعادت اور دولت ہے، جس کی تمنا خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے کی اور امت کو بھی اس کی ترغیب دی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں، پھر شہید کر دیا جاؤں، (پھر مجھے زندہ کر دیا جائے) پھر میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، (پھر مجھے زندہ کر دیا جائے) پھر میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور پھر شہید کر دیا جاؤں''۔ (صحیح مسلم)

یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر افسوس اور غم منایا جائے، اگر اس عمل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر غور کر لیا جائے کہ پورے سال کا ایسا کون سا مہینہ یا دن ہے؟ جس میں کسی نہ کسی صحابیِ رسول کی شہادت نہ ہوئی، بلا شک و شبہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن تاریخ اسلامی میں بہت ہی تاریک دن ہے؛ لیکن اس عظیم سانحے کی وجہ سے شادی یا منگنی کو حرام کر دینے کی ضرورت نہیں ہے؛ کیونکہ ہماری شریعت میں سالانہ برسی وغیرہ کے موقعوں پر غم تازہ کرنے اور سوگ منانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہ ان دنوں میں خوشی کا اظہار کرنا منع ہے، ہاں! اگر بات عورتوں کی عدت پر ہو تو وہ بھی غم یا سوگ نہ منائیں؛ لیکن زینت اختیار نہ کرے۔

اہلسنت والجماعت اگر اس بات پر اتفاق نہ کریں تو ہمیں یہ پوچھنے کا حق بنتا ہے کہ کیا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے وہ دن امت کیلئے سب سے غمگین دن نہیں ہے؟ تو پھر مکمل ماہِ ربیع الاول میں شادی کرنا منع کیوں نہیں کرتے؟ یا اس ماہ میں شادی بیاہ کی حرمت یا کراہت صحابہ کرام سے منقول کیوں نہیں ہے؟ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد اور ان کے بعد آنے والے علمائے کرام سے منقول کیوں نہیں ہے؟ بقول علماء کرام ہمیں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام اور ان کے علاوہ دیگر متقدمین یا متاخرین میں سے کوئی بھی ایسا عالم نہیں ملا جو اس ماہ میں شادی، بیاہ، اور منگنی کو حرام یا کم از کم مکروہ ہی سمجھتا ہو، ہم نے خود سے دین میں الگ الگ چیزیں داخل کر لی ہے، جب کہ شربت تقسیم کرنے اور چوک پر عورتوں کی بھیڑ، جلسوں اور مجالسِ خرافات پر بات نہیں کرتے، اسی کو دین کا حصہ سمجھ بیٹھے ہیں درحقیقت یہ تمام عمل دین اسلام کے خلاف ہے، اس کا سنتِ رسول سے کوئی تعلق نہیں۔

لہٰذا ''عمل نکاح'' چاہے کسی مہینے میں ہو، یہ اپنی اصل کے اعتبار سے سنتِ رسول اللہ ہے، اور سنت کام کا ناجائز ہونا کسی واضح دلیل سے ہوتا ہے؛ لیکن اس مہینے میں یا اس کے علاوہ کسی اور بھی مہینے میں شریعت کی طرف سے کسی قسم کی کوئی ممانعت نہیں ملتی، نہ کتاب و سنت میں، نہ اجماع امت سے اور نہ ہی قیاس وغیرہ سے؛ چنانچہ جب ایسا ہے تو اس ماہ کا نکاح اپنی اصل (مباح ہونے) کے اعتبار سے جائز ہی رہے گا، اللہ تعالیٰ دین اسلام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری قوم کی عورتوں کو اس بابرکت مہینے کی فضیلت و افادیت سے آشنا فرمائے۔

Scanned with CamScanner

وراثت سے خواتین کو محروم رکھنا گناہ

مولانا اسرار الحق قاسمیؒ

خواتین کو شرعی نقطۂ نظر سے ہر سطح پر اہم مقام سے نوازا گیا ہے اورزندگی کے ہر موڑ پر ان کی پوری رعایت کی گئی ہے، خواہ لڑکیوں کی عمدہ طریقہ پر پرورش کا معاملہ ہو یا ماں کی حیثیت سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ ہو یا ازدواجی زندگی میں عورتوں کے حقوق کی بات ہو۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کے لحاظ سے ماں کے مقام کو سب سے اہم واعلیٰ قرار دیا ہے، اسی طرح لڑکیوں کی اچھے انداز میں پرورش کرنے کی بھی خصوصیت کے ساتھ تاکید کی گئی ، اہل وعیال کی خبر گیری اوران کی رعایت کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاتم میں بہترین آدمی وہ ہے جواپنے گھروالوں کے لئے بہترین ہو اور میں اپنے گھروالوں کے لئے تم سب سے بہتر ہوں۔(ترمذی) قرآن کریم میں فرمایا گیا: ''اورعورتوں کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ تمہیں کوئی چیز پسند نہ ہو اور اللہ اس میں تمہارے لئے بہتری رکھ دے'' (النساء:۱۹)

اس آیت سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہئے۔دوسرے یہ کہ اگر وہ ناپسند ہوں یا ان کی کوئی بات بری لگے تب بھی شوہروں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ان کے ساتھ جارحانہ رخ اختیار کرنے لگیں، بلکہ اس کے باوجود ان کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کو برقرار رکھا جائے۔

شریعت نے خواتین کی پوری رعایت وراثت جیسی اہم ونازک شئے میں بھی رکھی ہے۔یعنی جب کوئی شخص اس دارفانی کو الوداع کہہ دیتا ہے اور اپنے پیچھے کچھ مال ودولت یا جائداد چھوڑ کر جاتا ہے، تب اس مال ودولت میں خواتین کی حصہ داری کی خاص رعایت رکھی گئی ہے اور شریعت نے وراثت کا ایسا نظام پیش کیا ہے کہ حقداروں کو اپنا حق مل جائے اور رشتہ داروں میں کسی طرح کا تنازعہ کھڑا نہ ہو۔دراصل عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ایسے موقع پر جہاں روپے پیسے یا جائداد وغیرہ کی بات ہوتی ہے تو عموماً آپس میں کئی طرح کے جھگڑے کھڑے ہوجاتے ہیں۔یہ جھگڑے دور کے رشتہ داروں کے درمیان ہی نہیں ہوتے، بلکہ بسااوقات حقیقی بھائیوں کے درمیان بھی بڑے خطرناک انداز میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اس لئے میت کے چھوڑے ہوئے مال کی تقسیم کا بہترین وجامع نظام پیش کرکے شریعت نے خاندانی سطح پر پیدا ہونے والے تنازعات کا خاتمہ کردیا ہے۔ترکہ (وراثت) کی تقسیم کے سلسلہ میں اس بات کی اجازت نہیں کہ لوگ اپنی عقل وفہم سے حصے متعین کریں، کیوں کہ اس میں ناانصافی کے امکانات موجود ہیں، دوسرے یہ کہ انسان عقل وفہم کے لحاظ سے بڑا کمزور واقع ہوا ہے، مختلف مواقع پر بھول چوک کرنا اس کی فطرت رہی ہے، اس لئے شریعت نے پورے طور سے حصوں کی تعیین کی ہے اور اس کی پابندی کو لازمی قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم نہیں جانتے کہ تمہارے آباء واجداد اور تمہاری اولاد میں کون فائدے کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے خدانے مقرر کردیئے ہیں، اور بلاشبہ اللہ تمام حقیقتوں سے واقف اوردانا وبینا ہے۔'' (النساء۱۱) وراثت کی تقسیم میں خواتین کے حصوں کو قرآن مجید میں کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مردوں کا اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا اور عورتوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو'' (النساء۷) مذکورہ آیت میں جس طرح وراثت کے مال میں مردوں کے حصہ کی وضاحت کی گئی ہے، بالکل اسی طرح عورتوں کے حصہ کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔تاکہ جب بھی وراثت کا مسئلہ درپیش ہو اور مال ودولت کی تقسیم ہو تو جہاں اس مال کو مردوں کو دینے کی بات آئے، وہیں فوراً عورتوں کو بھی ان کا حصہ دینے کے عمل کی طرف بھی ذہن جائے۔مردوں اور عورتوں دونوں کی وراثت میں حصہ داری کا قرآن مجید میں واضح ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں جسمانی وعقلی طور پر کمزور واقع ہوئی ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مرد ہوشیاری کرکے یا ڈرا دھمکا کر عورتوں کے حق کو غصب کرلیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی اس قدر صراحت کے باوجود عورتوں کے تعلق سے وراثت کی بہت سی شکایتیں سامنے آئی ہیں، کم ہی لوگ ایسے دکھائی دیتے ہیں، جو وراثت میں عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کرتے ہوں، وراثت میں عورتوں یا تمام مستحقین کی حصہ داری کی تکمیل نہ کرنا، حکم خداوندی کی صریح خلاف ورزی ہے، جس پر سخت عذاب کی سزا سنائی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو اللہ اور رسول کی نافرمانی اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں ڈالے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسواکن عذاب ہے۔(النساء:۱۴)

گویا کہ وراثت کے مال کو شرعی نظام سے صرف نظر کرنے کی روایت زور پکڑتی جارہی ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اصلاح معاشرہ کے دوران وراثت کے پہلو پر خاص طور سے توجہ دی جائے۔

آج کل بعض مقامات پر شادی کے مواقع پر جہیز کی شکل میں لڑکیوں کو دیئے جانے والے سامان کا تعلق ترکہ سے جوڑا جارہا ہے، یعنی والدین کی طرف سے لڑکیوں کو دیئے جانے والے جہیز کا سامان خاصی رقم کا ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہیز میں دینے کی صورت میں اب لڑکی کے لئے والدین کے مال سے ترکہ لینے کا حق نہیں رہتا۔یاد رکھنا چاہئے کہ یہ جہالت پر مبنی بات ہے اور خواہ مخواہ کا حیلہ ہے، اس لئے کہ شریعت نے وراثت کی تقسیم کا جو طریقہ بتایا ہے یہ اس کے خلاف ہے، وراثت میت کے چھوڑے ہوئے مال پر ہے۔

شریعت میں جو حصہ خواتین کا متعین کیا گیا ہے، اسے بڑی اہمیت کے ساتھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے، لڑکے کے حصے کے تعین کے ساتھ قرآن مجید میں لڑکی کے حصہ کی تعین کی گئی۔ارشاد باری ہے: ''تمہاری اولاد کے معاملہ میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے برابر ہے''۔یعنی جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی وارث ہوں تو اس صورت میں لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے برابر ہے۔اگر صرف ایک لڑکی ہی وارث ہو تو اس صورت میں اس لڑکی کو کل مال کا آدھا دیا جائے گا۔ارشاد خداوندی ہے: ''تو اگر میت کی وارث سے دو سے زائد لڑکیاں ہوتوں تو انہیں ترکہ کا دوتہائی دیا جائے گا'' (النساء)

وراثت میں ماں کا بھی حصہ رکھا گیا ہے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ اگر میت صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تہائی حصہ ملے گا۔عورت کو بحیثیت بیوی بھی ترکہ سے محروم نہیں رکھا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور وہ تمہارے ترکہ میں چوتھائی حصہ کی حقدار ہیں اگر تم صاحب اولاد نہ ہو''یعنی اگر میت صاحب اولاد نہیں تو اس کی بیوی کو چوتھائی حصہ ملے گا۔اور اگر صاحب اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم صاحب اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں ان کا حصہ آٹھواں ہے۔ بہن کی حیثیت سے بھی عورت کو وراثت کا حقدار ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اگر (میت) مرد یا عورت بے اولاد ہو اور اس کے ماں باپ زندہ نہ ہوں اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو اس بھائی یا بہن کو چھٹا حصہ ملے گا۔'' اگر دو بہنیں وارث ہوں تو ایسی صورت میں ارشاد خداوندی ہے:

''اور اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکہ میں سے دوتہائی کی حقدار ہوں گی''۔(النساء:۱۷۶)

قرآن مجید میں عورتوں کے ترکہ کے حق کو کھول کھول کر بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ پورے طور سے خواتین کو ان کے حصہ کے اعتبار سے ترکہ دیں۔

تاخیر سے شادی کے نقصانات

مولانا رضوان احمد ندوی

اسلام ایک صالح مسلم معاشرہ کو وجود میں لانے کے لئے نکاح کو عبادت قرار دیتا ہے، تاکہ خاندانی نظام مرد وعورت کے مستقل اور پائیدار تعلق سے قائم ہو، اور انسان اپنے فطری جذبے کی تسکین جائز طریقوں سے حاصل کرسکے۔اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے نکاح کی ترغیب دلاکر اس کی فضیلتیں بیان کیں۔ارشاد فرمایا: یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احسن للفرج فمن لم یستطع فعلیہ الصوم فانہ لہ وجاء (مشکوۃ)

اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے، اس سے نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو روزے رکھے کیوں کہ روزہ شہوت کو دبانے والا ہے۔

مذکورہ حدیث میں نکاح کی ترغیب دلاکر حضور ﷺ نے انسانی نفسیات کی دو بیماریوں کا علاج بتایا کہ نکاح کے ذریعہ آدمی عصمت وپاک دامنی کے حصار میں بند ہوجاتا ہے، عام طور پر آدمی پہلے اپنی نظروں سے کسی کے ظاہری حسن پر فریفتہ ہوتا ہے حسین وخوبصورت عورت کو للچائی نظروں سے دیکھتا ہے اور موقعہ کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے، پھر زنا کا مرتکب ہوتا ہے، گویا نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے اور یہی مقدمہ زنا بھی ہے، جو حرام ہے۔قرآن کریم میں ہے لاتقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (بنی اسرائیل) زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو کیوں کہ وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے پہلے نگاہوں سے زنا کرتے ہیں بار بار گھورتے رہتے ہیں، اور حسیناؤں کو اپنے دام فریب میں پھنساتے ہیں۔ایسے لوگوں کی آنکھوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جائے گا۔حدیث شریف میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی اجنبی عورت کے محاسن پر شہوت کی نظر ڈالے گا قیامت کے دن اس کی آنکھ میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

بسااوقات اس احمقانہ لذت سے ایمان کے ضیاع کا خطرہ بھی لاحق ہوجاتا ہے اس لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا: قل للمومنین یغضوا من ابصارھم (النور) اے نبی آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں غالباً اللہ کے رسول ﷺ نے اسی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ نکاح سے پہلے انسان کا ایمان نصف رہتا ہے فرمایا کہ 'اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الایمان فلیتق اللہ فی النصف الباقی.

جب بندہ نکاح کرلیتا ہے تو اس کا آدھا ایمان مکمل ہوجاتا ہے اس لئے باقی نصف ایمان کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں پر اللہ کی مدد ہوتی ہے ایک وہ غلام جو آزادی کی نیت رکھتا ہو، دوسرا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا اور تیسرا نکاح کرنے والا، جو نکاح کے ذریعہ حرام کاری سے بچنا چاہتا ہو، اور جائز طریقہ پر صرف اپنی بیوی سے خواہش پوری کرنا چاہتا ہو تو ایسے شخص پر اللہ کی مدد ہوتی ہے۔شریعت نے شادی کے لئے لڑکے اور لڑکی کی عمر کی کوئی حد بندی نہیں کی ہے، بلکہ ہر شخص کے حالات اور زمانے کے تقاضوں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

البتہ قرآن وحدیث سے اس کا اشارہ ملتا ہے کہ شادی سن بلوغ کے بعد ہی کردینی چاہئے۔کیونکہ شادی کے جو مقاصد ہیں وہ اسی وقت پورے ہوسکتے ہیں جب شادی سن بلوغ میں کی جائے اس لئے زیادہ بہتر یہی ہے کہ جب لڑکے اور لڑکی بالغ ہو جائیں تو ان کی شادی کردی جائے، تاخیر سے شادی کرنے سے بہت سے عوارض پیدا ہوجاتے ہیں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے اندر قوت مدافعت ختم ہوجاتی ہے جس سے وہ اختلاج اور کرب کے مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں لڑکیاں ہسٹریا کی شکار ہوجاتی ہیں جب کہ لڑکے جسمانی اور ذہنی قوتوں کو کھو بیٹھتے ہیں، طبی نقطہ نظر سے جب لڑکے لمبی عمر کو جا پہنچتے ہیں تو ان میں قوت مردانگی کم ہوجاتی ہے اور لڑکیوں میں تو یہ صلاحیت بالکل ختم ہوجاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب عورتیں ساٹھ سال کی عمر سے متجاوز ہوجاتی ہیں تو ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے اس لئے عنفوان شباب میں جب ان دونوں میں صنفی میلان اور جنسی رجحان میں ہیجان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اس وقت ان پر خطرات کے بادل منڈلانے لگتے ہیں، طبیعت بے قرار ہونے لگتی ہے۔جیسے لو لگ گئی ہو پھر شرم وحیا کی چادر اتار پھینکتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ یا تو بھاگ نکلتے ہیں۔یا عشق بازی کرنے لگتے ہیں۔اس طرح کی خبریں برابر اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں کہ فلاں لڑکی فلاں جگہ کے لڑکے کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پر بھاگتی پکڑی گئی جس کو پولیس نے اپنی حراست میں لے لیا ہے اور پوچھ تاچھ کررہی ہے بے حیائی کی انتہا ہوگئی کہ بڑے شہروں کے قحبہ خانے جسم فروشی اور فاحشہ گری کے اڈے بنے ہوئے ہیں جہاں ادھیڑ عمر سے لے کر کمسن اور معصوم لڑکیاں چند پھوٹی کوڑیوں پر اپنی عزت وعصمت کو لٹا رہی ہیں۔اس وقت ایک نئی آفت یہ آن پڑی ہے کہ موبائل فون پر معاشقہ ہوتا ہے۔اسکول کے طلبا وطالبات کے مابین موبائل فرینڈ شپ عام ہوتی جارہی ہے، موبائل کیمرے کے ذریعہ برہنہ تصویریں لی جاتی ہیں جس کا کریہہ منظر پارکوں، ہوٹلوں اور رستورنیٹ میں دیکھنے میں آیا ہے۔یہ سب مصیبتیں اس لئے کھڑی ہوئی کہ نکاح کا تقدس ذہنوں سے محو ہوتا جارہا ہے اور مغربی تہذیب وتمدن کی لعنت میں گرفتار ہوتے جارہے ہیں۔اس بے قید شہوت اور آوارگی کے معاملہ میں دیہی علاقوں کے لڑکے اور کنواری لڑکیاں بڑی حد تک محتاط واقع ہوئی ہیں کیونکہ وہاں تک ٹی وی اور وی سی آر کی لعنت ابھی نہیں پہنچی ہے۔اس لئے وہ فحاشی کی نحوست سے محفوظ ہیں وجہ جو بھی ہو جب وہ سن بلوغ کو پہونچ جاتی ہیں تو ان کے والدین یا سرپرست کو فکر لاحق ہوتی ہے کہ جلد سے جلد مناسب رشتہ تلاش کرکے ان کی شادی کردیں اور اکثر ۱۸ سال سے ۲۵ سال تک عمر میں کہیں نہ کہیں شادی ہوجاتی ہے جب کہ شہروں کے متمول گھرانے کے لڑکے اور لڑکیاں جدیدیت اور فیشن کے نام پر اپنی طبعی عمر سے متجاوز کرجاتی ہیں تعلیم اور روزگار کی تلاش میں لمبی لمبی عمروں کو پہونچ جاتی ہیں بعض علاقوں میں تاخیر سے شادی کا یہ سبب بیان کیا جاتا ہے کہ لڑکوں کی معیشت بہت کمزور ہے اس کی آمدنی محدود ہے۔جس سے اس کی یا اس کی ہونے والی بیوی کا گزر بسر نہیں ہوسکتا، یہ خیالی مفروضہ شیطانی منصوبہ ہے، اس سے نوجوانوں کی نااہلی ظاہر ہوتی ہے۔ذرا تصور کیجئے کہ لوگ شادی سے پہلے بے روزگار تھے یا ان کے لئے کوئی ذرائع معاش نہیں تھے، اللہ نے شادی کی برکت سے انہیں خوش حال بنا دیا، ہاں یہ صحیح ہے کہ لڑکیوں کی شادی کو لڑکوں کے بے جا مطالبات نے مہنگی کردیا ہے غریب والدین اپنے ہونے والے داماد کے مطالبات کو پورے نہیں کرپاتے۔جن کے سبب لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے تلک وجہیز ایک ایسی سماجی برائی ہے۔جس کے خلاف نوجوانوں کو تحریک چلانے کی ضرورت ہے ہر شہر اور بستی میں

Scanned with CamScanner

قمری تقویم: اہمیت وضرورت

محمد وسیم غازی معاون قاضی امارت شرعیہ

’’قمری تقویم‘‘ جسے سن ہجری، ہجری کیلنڈر، اسلامی کیلنڈر اور تقویم اسلامی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، مروجہ تمام تقویم سے ممتاز و منفرد ہے، اس کے اپنے فائدے اور خصوصیات و امتیازات ہیں، یہ کیلنڈر انسانی خرد برد اور پیوندکاری سے پاک ہے، اس میں عدل و مساوات اور ہمہ گیری بھی ہے، اور اس کے ذریعہ ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں تاریخ کا تعین بآسانی کیا جاسکتا ہے، ان سب کے علاوہ ’’تقویم ہجری‘‘ مسلمانوں کی پہچان ہے، یہ مسلمانوں کو ان کے تشخص کا احساس کراتا اور ہجرت کے عبرت آمیز اور موعظت انگیز واقعہ کی طرف انہیں متوجہ کرتا ہے اور اپنے افتتاحی و اختتامی مہینہ کے ذریعہ زندگی میں ایثار و قربانی کو یاد دلاتا ہے۔

’’قمری تقویم‘‘ کا پس منظر:

جب خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا، اور اسلامی حکومت کا دائرہ عرب سے عجم تک وسیع ہوگیا؛ تو انفرادی، اجتماعی اور حکومتی سطح پر اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ باقاعدہ کوئی سن مقرر کیا جائے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورتی میٹنگ بلائی، جس میں ہجرتِ مدینہ کے واقعہ کو تقویمِ اسلامی کی بنیاد بنایا گیا، اور اس بات پر بھی اتفاق ہوا کہ سال کی ابتداء "محرم الحرام" سے ہو.

ابھی تک مسلمان تاریخ کا حساب سن نبوت یا آپ ﷺ کے آخری حج سے لگایا کرتے تھے، باقاعدہ سنہ کی کوئی تعیین نہیں تھی، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے یہاں مختلف قسم کے واقعات مشہور تھے، جن کی بنیاد پر تاریخ کا تخمینہ لگاتے تھے، مثلاً جنگ بسوس، جنگ فجار اور عام الفیل وغیرہ۔

قمری تقویم کا باقاعدہ آغاز گرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا، لیکن بارہ مہینوں کے نام اور ان کی ترتیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قبل سے چلی آرہی تھی، قرآن کریم میں ہے: ’’اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثنا عَشَرَ شهراً فِي كتابِ اللّٰهِ يومَ خَلَقَ السمٰوٰتِ والارض‘‘ (سورۃ التوبۃ: ۳۶) ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے۔

قمری تقویم کی دینی و ملی حیثیت:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک احکام شرعیہ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے، تمام احکامِ شرعیہ روزہ، حج، زکوۃ، عدت وغیرہ کا مدار حسابِ قمری پر ہے، اسی لیے اس کو محفوظ رکھنا فرض علی الکفایہ ہے، اگر ساری امت قمری حساب ترک کرکے اس کو بھلادے؛ تو سب گنہگار ہوں گے، گرچہ دیگر تقویمات کا استعمال بھی جائز ہے، لیکن ترجیح ’’تقویم ہجری‘‘ کو حاصل ہے، اس کا خیال ہر مسلم مرد و عورت کو رکھنا چاہیے، اسلامی مہینوں کا نام خود بھی یاد کرکے برتنا چاہیے، اور اپنے بچوں کو بھی تلقین کرنی چاہیے۔

اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد جہاں بہت سارے اسلامی احکامات بھلادیے گئے، جن کا ذکر جدید کتب میں ملتا بھی نہیں، ویسا ہی حشر قمری تقویم کے ساتھ ہوا ہے، ایک بڑا طبقہ تو واقف بھی نہیں ہے کہ کوئی قمری تقویم بھی ہے، لیکن آج بھی ایسے لوگ ہیں، جو ترجیحی بنیاد پر قمری تقویم استعمال کرتے ہیں، اِمارت شرعیہ بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ و مغربی بنگال جہاں بہت ساری اسلامی اصطلاحات اور شعائر کو زندہ کئے ہوئے ہے، وہیں قمری تقویم بھی وہاں کی پہلی ترجیح ہے، ہر ماہ پابندی کے ساتھ چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا اور مسلمانوں کو متوجہ کرنا یہاں کا امتیاز ہے، یہاں کی رؤیت ہلال کمیٹی بہت معتبر سمجھی جاتی ہے اور چاند کے سلسلہ میں یہاں کے فیصلہ کی اہمیت پورے ہندوستان میں ہے، ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو مرعوبیت سے نکالا جائے، اور ذہن میں بٹھالیا جائے کہ اسلام کا نظام تقویم کامل و مکمل اور فطرت سے ہم آہنگ ہے۔

ہمیں کیسا نظام تعلیم چاہئے

مولانا لقمان عثمانی قاسمی

رب کائنات نے انسانوں کو جہاں تمام مخلوقات میں سب سے افضل بنایا، وہیں ان کے اوپر بہت سی ایسی ذمہ داریاں بھی عائد کردیں جن سے دوسری مخلوقات کو آزاد رکھا گیا ہے، ان ذمہ داریوں کی تفویض کی بنیاد در حقیقت قوتِ ارادی کی مضبوطی، حسِ طبع کی پختگی اور علم و آگہی کی فراوانی پہ رکھی گئی؛ چناں چہ یہ تمام اوصاف اگر کسی مخلوق میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں تو وہ صرف انسان ہے اور انہیں اوصاف و خصوصیات کی وجہ سے انہیں اشرف المخلوقات کے نشانِ امتیاز اور تمغہ اعزاز سے نوازا گیا، ان امتیازی اوصاف میں بھی علم کو خصوصی درجہ حاصل ہے؛ یہی وجہ ہے کہ وجہِ تخلیقِ آدم کے طور پر فرشتوں کے سامنے انکی علمیت کو ہی پیش کیا گیا تھا۔

اس حقیقت سے بھلا کس صاحبِ بصیرت کو انکار ہوسکتا ہے کہ علم ہی ہمارے تخیلات کو نئی پرواز عطا کرتا ہے، ہمارے ذہن و فکر کے بند دریچوں کو وا کرکے انہیں تفکر و تدبر کی ضیا پاشیوں سے بقعہ نور میں تبدیل کردیتا ہے، آنکھوں کو سرمہ بصیرت سے نوازتا اور طائرِ تعقل کو قوتِ پرواز سے ہم رکاب کرتا ہے، جہانِ آگہی کے نت نئے گوشوں سے دل و نگاہ کو متعارف کراتا اور حروف و الفاظ کی تہوں میں پوشیدہ معانی کے رازہائے سربستہ سے واقف کراتا ہے، افلاکِ علم و فن پہ موجود رنگا رنگ قوس قزح سے دل کو نور اور آنکھوں کو سرور بخشتا ہے، ادراک کی پیش قدمیوں کیلیے دیدہ و دل فرشِ راہ کرنے کا سامان فراہم کرتا، یہ وہ حقائق ہیں جن سے کسی بھی ذی ہوش کو جرأت انکار نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ یہ ابدی صداقت بھی ہیں اور آفتابِ نیم روز کی طرح واضح و روشن بھی۔

علم اور حصولِ علم نہ صرف یہ کہ شخصی ارتقا کا مستند حوالہ ہوتا ہے بلکہ قوم کی فلاح اور ملک و ملت کی ترقی کا وسیلہ اور ذریعہ بھی ہوتا ہے؛ چناں چہ جس قوم میں تعلیم و تعلم کا رواج جتنا عام رہا ہے، وہ قوم اتنا ہی زیادہ عظمتوں کے چرخ پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکتی اور اپنی علمی ضوفشانیوں سے پوری دنیا کو جگمگاتی رہی ہے، خود اپنے ملکِ عزیز کے شاندار ماضی کا جائزہ لیں اور مغلیہ دورِ سلطنت کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہر میدانِ علم کے رجالِ کار اپنی علمی لیاقت اور فنی صلاحیت کے ساتھ اپنی علمیت کا لوہا منواتے اور ان کارہائے نمایاں کے ذریعے اپنی انفرادیت کی دھاک بٹھائے نظر آئینگے جن کے اَن مٹ نقوش صدیاں گزر جانے کے بعد بھی زندہ اور مرورِ ایام کی تہہ در تہہ گرد پڑ جانے کے بعد بھی تابندہ ہیں اور جو ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہمارا ماضی کتنا شاندار رہا ہے، ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ ہمارا حال کس قدر افسوس ناک ہے اور ساتھ ہی یہ حوصلہ بھی عطا کرتے ہیں کہ ہمارا مستقبل پھر سے تابناک ہوسکتا ہے۔

آج روس، کناڈا، امریکہ، لندن، جرمنی اور فرانس سمیت جتنے بھی ترقی یافتہ ممالک ہیں اگر مجموعی طور پر ان کی شرحِ خواندگی دیکھی جائے تو ۹۹ فیصد، بلکہ بعض ممالک میں تو سو فیصد بھی دیکھنے کو مل جائے گی؛ لیکن اس کے برعکس اگر ہندوستان، خصوصا یہاں کے مسلمانوں کے تعلیمی تناسب پر غور کریں تو ایک رپورٹ کے مطابق صرف ۸۵.۳ فیصد مسلمان ہی خواندہ ہیں جو ہندوستان میں بسنے والے دوسرے تمام مذاہب کے لوگوں میں سب سے کم ہے، کیا اس سے ہماری ترقی ممکن ہے، جب کہ مذہبِ اسلام میں تعلیم کو بنیادی اہمیت دی گئی کہ قرآن پاک کی ابتدائی آیتیں جو نازل ہوئیں ان میں پڑھنے پڑھانے کی ہی ترغیب و ہدایت دی گئی تھی؛ تاہم اس احساس و ادراک کے باوجود بھی ہماری تعلیمی پسماندگی بڑھتی ہی جارہی ہے جو قابلِ افسوس بھی ہے اور باعثِ عار بھی:

حیرت ہے کہ تعلیم و ترقی میں ہے پیچھے
جس قوم کا آغاز ہی ’’اقرأ‘‘ سے ہوا تھا

ایک تو مسلمانوں کی شرحِ خواندگی دن بہ دن گھٹتی جارہی ہے، ستم بالائے ستم یہ کہ علوم میں بھی دینی اور عصری کی تفریق کرکے ہمارے نظامِ تعلیم پر کاری ضرب لگائی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو دینی جامعات کے فضلا ہیں وہ عصری علوم سے نابلد ہوتے ہیں اور ان کیلیے دنیاوی امور میں ترقی کے مواقع بہت کم رہتے ہیں اور جو عصری اداروں کے تعلیم یافتہ ہیں، انہیں دینی علوم کی کچھ خبر ہی نہیں ہوتی، بلکہ ایک بڑی تعداد تو ان لوگوں کی بھی ہے جنہیں بنیادی اسلامی تعلیمات و شرعی احکام کا بھی علم نہیں ہوتا اور وہ مکمل طور پر مغربیت کے آگے مرعوب، بلکہ مفلوج ہوکر رہ جاتے ہیں اور انہیں ترقی کے منازل صرف اور صرف مغربی طرزِ حیات اور ملحدانہ افکار و نظریات میں ہی نظر آنے لگتی ہیں؛ نیز وہ علومِ اسلامیہ کو بھی قدیم کتابوں سے جوں کا توں لینے کی بجائے اسلام کے دائمی اصول اور حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین پر متاخرین کی آمیزشوں کو داخل کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں ’’آپ کو معاشیات کی تعلیم میں اسلامی نظمِ معیشت کے اصول، قانون کی تعلیم میں اسلامی قانون کے مبادی، فلسفہ کی کتابوں میں حکمتِ اسلامیہ کے نظریات، تاریخ کی تعلیم میں اسلامی فلسفہ تاریخ کے حقائق اور اسی طرح علم و فن کی تعلیم میں اسلامی عنصر کو ایک غالب اور حکمراں عنصر کی حیثیت سے داخل کرنا ہوگا‘‘ (تنقیحات، ص: ۲۱۷)

دراصل ہمارے فطری نظامِ تعلیم کی روح کو مجروح کرنے میں دینی اور عصری علوم کی تفریق کا بڑا دخل ہے جو ہمارے متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کی دین ہے، انگریزوں نے ہی ایسا نصابِ تعلیم ہمارے اوپر تھوپ دیا تھا کہ جس میں اسلامی علوم کو بالکلیہ خارج کرکے ہمارے صدیوں پرانے تعلیمی نظام کی کایا پلٹ کر ہمارے تاریخی ورثے کو تباہ کردیا تھا تاکہ مسلمانوں کو مکمل طور پر مغربیت زدہ کرکے ذہنی غلامی میں جھونکا جاسکے؛ لیکن تبھی ہمارے اس وقت کے اکابر علما نے اسلامی علوم کے تحفظ کی خاطر خالص دینی ادارے کے قیام کی ضرورت محسوس کی اور اسی مقصد سے ام المدارس دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور پھر پورے ملک میں اسی طرز پر مدارس کا جال بچھایا گیا؛ اگر ہم اس پسِ منظر میں موجودہ مدارس کو دیکھیں تو یقیناً ہمارے مدارس اپنے مشن اور مقصد میں صد فیصد کامیاب نظر آئینگے کہ وہ بجا طور پر دینی علوم کے تحفظ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں؛ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فوری ردِ عمل تھا اور اُن حالات میں اسی کی ضرورت بھی تھی لیکن اب اگر نصاب کو نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کردیا جائے تو مدارس کی اہمیت و افادیت فزوں تر ہوجائے گی، ہم یہ نہیں کہتے کہ یہاں سے ڈاکٹر انجینئر پیدا کیے جائیں البتہ اگر کوئی یہاں سے نکلنے کے بعد ڈاکٹر انجینئر بھی بننا چاہے تو اسکے لیے راستہ کھلا ہونا چاہیے؛ تبھی ہمارے اس قدیم ترین نظامِ تعلیم کی تباہی کا کسی حد تک ازالہ ممکن ہوسکے گا جب ایک ہی درس گاہ سے دینی اور عصری علوم کے ماہرین نکلا کرتے تھے، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ’’ہمیں کیسا نظامِ تعلیم چاہیے؟‘‘ کے عنوان سے ایک مضمون میں قدیم ماضی کے نظامِ تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’اس وقت جامعۃ القرویین میں جو علوم پڑھائے جاتے تھے اُن میں اسلامی علوم، تفسیر، حدیث، فقہ اور اس کے ساتھ ساتھ طب، ریاضی، فلکیات جنہیں ہم آج عصری علوم کہتے ہیں وہ سارے علوم پڑھائے جاتے تھے، ابن خلدون، ابن رشد، قاضی عیاض اور ایک طویل فہرست ہمارے اکابر کی ہے جنہوں نے جامعۃ القرویین میں درس دیا ...... ہوتا یہ تھا کہ دینِ اسلام کا فرضِ عین علم سب کو اکٹھا دیا جاتا تھا اس کے بعد اگر کوئی علمِ دین میں تخصصات حاصل کرنا چاہتا تھا تو وہ اسی جامعۃ القرویین میں علم دین کی درس گاہوں میں پڑھتا، اگر کوئی ریاضی پڑھانے والا ہے تو وہ ریاضی بھی وہاں پڑھا رہا ہوتا، اگر کوئی طب پڑھانے والا ہے تو وہ طب بھی وہاں پڑھا رہا ہوتا؛ یہ سارا کا سارا نظام اس طرح چلا کرتا تھا؛ جامعۃ القرویین کی طرح جامعہ زیتونہ تیونس اور جامعۃ الازہر مصر کا نظامِ تعلیم بھی رہا، یہ تینوں یونیورسٹیاں ہمارے قدیم ماضی کی ہیں..... ‘‘ چناں چہ اگر آج ہم اسی صدیوں پرانے نظام کو واپس نہیں لاسکتے تو کم از کم یونیورسٹیز کی راہ ہموار کرکے اس کیلیے سبیل ضرور پیدا کرسکتے ہیں نیز ہمارے وہ عصری ادارے جو ہمارے دائرۂ اختیار میں ہیں، اگر ان کے جدید تعلیم و تہذیب کے مزاج کو مغربیت کے زیرِ اثر نہ چھوڑ کر اسلامی مزاج میں ڈھال دیں اور اسلامی عنصر کو غالب اور حکمراں عنصر کی حیثیت سے داخل کردیں اور اسلام کے دائمی اصول، حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین کو جدید رنگ میں رنگ کر اپنے نظام و نصاب کا لازمی حصہ بنالیں تو ہمارا تعلیمی معیار بھی قابلِ رشک ہوگا، ہمارے طلبہ کی ذہنیت بھی اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوگی اور ہمارے دینی و عصری اداروں کی اہمیت و افادیت بھی فزوں تر ہوجائے گی؛ یعنی:

ایک پتھر کی بھی تقدیر سنور سکتی ہے
شرط یہ ہے کہ قرینے سے تراشا جائے!

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کی موجودہ صورت حال: بیماریاں اور علاج

مولانا محمد فرید حبیب ندوی

اس وقت ہم مسلمانان ہند جن مسائل سے دوچار ہیں اور جن اندیشوں اور خطرات میں گھرے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہماری کوتاہیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ تو نتائج ہیں جن کے پیچھے مہلک بیماریوں کا ہاتھ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير" (سورۂ شوری: ۳۰) (اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالی بہت سی غلطیوں کو تو معاف فرما دیتا ہے)، اس لیے جو حالات پیش آ رہے ہیں، ان میں سب سے بڑا دخل ہماری کوتاہیوں اور غفلتوں کا ہے۔ بیماریاں بہت سی ہیں، جن کے علاج کی ہمیں ضرورت ہے، بظاہر ان بیماریوں کی سنگینی کا ہمیں احساس نہیں اور موجودہ حالات سے ان کا کوئی تعلق ہماری سمجھ میں نہیں آتا؛ لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ گناہوں کا ایک اثر ہوتا ہے، جو ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے، اور جب کوتاہی اور غفلت شعاری کسی ایسی امت کی طرف سے ہو، جسے انسانیت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہو، تو مسئلہ اور بھی سنجیدہ ہو جاتا ہے، اور پھر سستی اور غفلت کے نتیجہ میں اللہ تعالی اس طرح کے حالات پیدا کرتا ہے، تاکہ وہ امت دوبارہ اس کی طرف پلٹ کر آئے اور اپنی مجرمانہ غفلت کا تدارک کرے۔ اس لیے اس حقیقت کا ادراک نہایت ضروری ہے کہ امت مسلمہ کا تعلق خدا تعالی سے کمزور ہو چکا ہے، اور خدا تعالی کا یہ تعلق ہی اس کا معاون ومحافظ ہوتا رہا ہے۔ اب جب ایسے محافظ سے ہی ہم محروم ہو جائیں تو پھر شکست وریخت کا شکوہ کیوں کر۔

اس لیے ضروری ہے کہ امت، اللہ تعالی سے اپنا تعلق استوار کرے، اور اپنے روگوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں علاج کرے۔ جب تک ان بیماریوں کو دور نہ کیا جائے گا، اور ان کا علاج نہ ہوگا، اس وقت تک حالات کے سدھرنے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ ہم نے صرف چند موٹی موٹی بیماریوں کا ذکر کیا ہے، جن میں ہماری اکثریت مبتلا ہے، اور جن کا موجودہ حالات کے پیدا ہونے میں بہت بڑا کردار ہے، یہ وہ روحانی بیماریاں ہیں، جن کو دور کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں دیگر چیزوں پر توجہ نہیں دینی ہے، وہ چیزیں بھی ضروری ہیں اور یہ بھی، دونوں میں توازن ہوگا تب ہی ہماری کوششیں نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

1۔ مادیت پرستی:

آج ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہر شخص دنیا کی دولت کے پیچھے پڑا ہے، ہر ایک کی نگاہ میں نقد منافع کی اہمیت ہے، جن اعمال کی بنیاد پر کل اجر ملے گا، انہیں بالکل بے حیثیت سمجھ لیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ دنیا کمانے کی فکر میں ہے، وہ اپنی موجودہ پوزیشن پر قانع نہیں؛ بلکہ جو کچھ اللہ تعالی نے اسے دے رکھا ہے، وہ اسے گویا کم تر سمجھتا ہے اور ہمہ وقت اس میں اضافہ کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے۔ دولت کمانا یا اس میں اضافہ کی کوشش کرنا کوئی معیوب بات نہیں؛ لیکن اس کے کچھ حدود ہیں، انہی حدود میں رہ کر انسان حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جیسا غنی اور مالدار بھی بن سکتا ہے؛ مگر افسوس یہ ہے کہ اس مادی نقطۂ نظر نے تمام حدود کو پھلانگنا سکھا دیا ہے، اب ہر شخص اس فکر میں ہے کہ وہ دوسرے سے زیادہ مال دار ہو جائے، ایک ریس ہے جس میں سب بھاگے جا رہے ہیں، نہ حلال حرام کی فکر ہے اور نہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال۔ یہی وہ مرض ہے جس نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان حد فاصل کو ختم کر دیا ہے۔ مسلمانوں کا یہ امتیاز تھا کہ وہ آخرت کے لیے جیتے تھے اور آخرت کے لیے ہی سب کام کرتے تھے؛ مگر انہوں نے اپنے اس امتیاز کو ختم کر کے خود کو اسی رنگ میں رنگ لیا ہے، جو غیروں کا رنگ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "إنكم خلقتم للآخرة" (اے مسلمانو! تمہیں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے)۔ دوسری حدیث میں فرمایا تھا: "الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر" (دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت)۔

مادیت پرستی کی اس بیماری کا اندیشہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے ہی تھا، اسی لیے آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا: "إني لا أخشى عليكم الفقر، ولكن أخشى أن تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم، فتهلككم كما أهلكتهم" (مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم فقر وفاقہ سے مارے جاؤ گے، لیکن مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم بھی اس کے جال میں پھنس کر اسی طرح ہلاک ہو گے، جیسے اس نے تم سے اگلوں کو ہلاک کیا تھا)۔

ضرورت ہے کہ ہم اس بیماری سے باہر آئیں، اور وقتی نفع سے اوپر اٹھ کر دائمی اور اخروی فائدہ پر نظر رکھیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: "بل تؤثرون الحيوة الدنيا، والآخرة خير وأبقى" (اعلی: ۱۶-۱۷) (تم لوگ تو دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو (اور اسی کے فائدہ کے لیے دوڑتے بھاگتے ہو) حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور پائیدار ہے)۔

2۔ آخرت فراموشی اور بے احتسابی:

مادیت پرستی کا ہی نتیجہ آخرت فراموشی ہے۔ آج ہم میں سے اکثر کا یہ حال ہے کہ کئی کئی ہفتے گذر جاتے ہیں، اور ہمیں ایک بار بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک دن ہمیں خدا کے حضور پہنچنا ہے، قبر کے مراحل سے گذرنا ہے اور آخرت کے سخت ترین دن سے نمٹنا ہے، حدیث شریف میں ہے: "لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن عمره فيما أفناه، وعن شبابه فيما أبلاه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه، وعن علمه ماذا عمل فيه"۔ (قیامت کے دن کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا، جب تک اس سے ان چار باتوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے اور وہ ان کا صحیح صحیح جواب نہ دے دے: عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں کھپائی، جوانی کہاں بسر کی، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور جتنا علم تھا، اس پر کہاں تک عمل کیا)۔

یوں تو ضروری ہے کہ ہمہ وقت آخرت کا استحضار رہے؛ لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو لازمی ہے کہ ہم ہر روز کسی خاص وقت - بالخصوص رات کو بستر پر لیٹے ہوئے - خدا تعالی کے سامنے جواب دہی کے بارے میں سوچیں، اور ذرا تصور کریں کہ اگر وہ ہم سے حساب لینے لگا، تو ہمارا کیا بنے گا۔ روزانہ کے اپنے اعمال کا جائزہ لیں، کہ کتنے اچھے عمل کیے اور کتنے گناہ کیے، اور سونے سے پہلے استغفار ضرور کریں۔

3۔ خواہش پرستی:

وہ لوگ جو آخرت کو بھی یاد رکھتے ہیں اور کبھی کبھی اللہ تعالی کے سامنے جواب دہی کا احساس بھی ان میں پیدا ہوتا ہے، اور وہ گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی بھی فکر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہ ہو؛ لیکن وہ اپنی خواہش اور "جی" کے آگے شکست کھا جاتے ہیں۔ اذان کی آواز سن کر دل میں نماز پڑھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے؛ لیکن محض اس وجہ سے مسجد نہیں پہنچ پاتے کہ ان کی خواہش پر بار ہوتا ہے اور ان کا "مَن" نماز پڑھنے پر تیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح کبھی ان کے دل میں گناہ کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اور اللہ تعالی کا خوف بھی سامنے آتا ہے اور گناہ سے روکتا ہے؛ لیکن پھر "جی" اور "خواہش" کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ گناہ کر بیٹھتے ہیں۔

اس طرح کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ جو اپنی خواہش کو اللہ کے احکام پر ترجیح دیتے ہیں اور اسلامی احکام کے آگے خواہش کے ہاتھوں شکست کھا جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے: "أفرأيت من اتخذ إلهه هواه" (فرقان: ۴۳) (یعنی آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے معبود کی بات مانتا اور اس کی اطاعت کرتا ہے، اسی طرح بعض لوگ اپنی خواہش کے پیچھے چلتے ہیں، جیسے ان کی خواہش ہی ان کے لیے معبود ہو۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے من مانی زندگی گذارنے والے کو "نکما" اور "عاجز" قرار دیا ہے، فرمایا: "والعاجز من اتبع نفسه هواه وتمنى على الله" (نکما ہے وہ شخص جو اپنے نفس کو اپنی خواہش کے پیچھے چلائے اور پھر اللہ پر تمنا باندھے (کہ وہ تو غفور رحیم ہے، وہ معاف کر دے گا، لیکن اس کے خوف سے گناہ سے نہ رکے)۔

حدیث میں غور کیا جائے، تو نکمے پن کا تعلق صرف دینی اور اخروی امور سے نہیں؛ بلکہ دنیاوی چیزوں سے بھی ہے۔ جو شخص بھی اپنے "مَن" کا غلام ہو، وہ دنیا میں بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ایک طالب علم اگر اس وجہ سے کہ پڑھنے جی نہیں کرتا، تعلیم میں سستی کرے، یا ایک تاجر اس وجہ سے کہ دوکان کھولنے پر دل آمادہ نہیں، اپنی تجارت میں سستی برتے، تو ظاہر ہے نہ وہ طالب علم کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ایسا تاجر خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اس لیے اس بیماری سے بھی خود کو بچانے کی ضرورت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب گناہ کرنے کا داعیہ پیدا ہو یا کسی فرض اور واجب کے ترک کا خیال آئے، تو انسان اللہ تعالی کے سامنے حضوری اور جواب دہی کا تصور کر لے، تو امید ہے کہ آہستہ آہستہ اس بیماری سے نجات ملے گی؛ لیکن اس کے لیے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہے۔

4۔ ذاتی مفاد:

ایک بڑی بیماری ہماری یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اپنے تمام اعمال وافعال اور حرکات وسکنات کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ اس سے ہمارا کیا نقصان ہے یا ہمارا کیا فائدہ ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہم اپنے ہر عمل کو اس حیثیت سے دیکھیں کہ اس سے امت کا کیا نفع اور کیا ضرر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالی نے ہمیں فرد سے زیادہ امت بنایا ہے۔ "كنتم خير أمة" (آل عمران: ۱۱۰) (تم بہترین امت ہو) اور دوسری جگہ ہے: "وكذلك جعلناكم أمة وسطاً" (بقرہ: ۱۴۳) (اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط - افضل امت - بنایا)۔ پتہ چلا کہ ہماری دو حیثیتیں ہیں: ایک انفرادی اور ایک اجتماعی۔ لہذا کوئی بھی ایسا عمل ہم نہ کریں، جس میں ہمارا ذاتی فائدہ تو ہو؛ لیکن امت کا نقصان ہو۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انسان کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوتا جس کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود رہے؛ بلکہ اس کا اثر دوسروں تک ضرور پہنچتا ہے اور دوسرے لوگ لازماً اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک انسان اگر نماز نہیں پڑھتا تو وہ خود تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا ذاتی فعل ہے، نماز پڑھے یا نہ پڑھے؛ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا اثر اس کے بیوی بچوں اور دیگر افراد پر بھی پڑتا ہے، جب وہ نماز نہیں پڑھے گا، تو اس کی دیکھا دیکھی اس کے بچے بھی نماز میں سستی کرنے لگیں گے، یا اگر وہ جھوٹ بولتا ہے، تو اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسی گناہ میں ملوث ہو سکتے ہیں۔

جب ایک ایسے عمل کا یہ حال ہے، جو ایک حد تک ذاتی حیثیت رکھتا ہے، تو ان اعمال کے بارے میں کیا کہا جائے، جو سراسر اجتماعی امور سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنے ذاتی مفاد سے بالا ہو کر ہمیشہ امت کا مفاد ملحوظ رکھیں۔ ہماری حیثیت انفرادی سے زیادہ اجتماعی ہے، ہم ایک زنجیر کی کڑیاں اور ہار کی لڑیاں ہیں۔ اس لیے اگر ہمارے کسی عمل سے اس لڑی کے بکھرنے یا زنجیر کے ٹوٹنے کا خطرہ ہو، تو ہم کوشش کریں کہ ایسا نہ ہونے پائے۔

5۔ بے حیائی اور بے کاری:

اس وقت مسلمانوں میں، بالخصوص نوجوانوں میں دیگر قوموں کی طرح بے حیائی اور اباحیت پسندی کا رجحان زوروں پر ہے۔ شرم وحیاء اور عفت وپاک دامنی کے الفاظ سے معاشرے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ اس بے حیائی کا ایک سنگین نتیجہ یہ ہے کہ امت کا ایک بڑا حصہ بے کاری میں مشغول ہے۔ ان کاموں میں گھنٹوں گذار دیے جاتے ہیں، جن میں نہ دین کا کوئی نفع ہوتا ہے اور نہ دنیا کا۔ بے حیائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے ریس ہوتی ہے، اور جو جتنا زیادہ بے حیاء ہوتا ہے، وہ خود کو اتنا ہی معزز سمجھتا ہے۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ عورتیں بھی بے حیائی میں نہ صرف مردوں کے شانہ بشانہ ہیں؛ بلکہ ان سے ایک بالشت آگے ہی ہیں،

ضرورت ہے کہ معاشرہ سے اباحیت پسندی کے جذبہ کو دور کیا جائے اور عفت وپاک دامنی کے اصولوں پر اسے استوار کیا جائے، اس لیے بچوں پر بالکل بچپن سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور اس میں سب سے بڑا کردار والدین ادا کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

کرونا اور مہنگائی سے پریشان غریب لوگ

سلمیٰ راضی

خطرناک اور مہلک کرونا وائرس کی دوسری لہر نے ہندوستان کو بھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔شاید ہی تاریخ میں ایسی کسی غیر محسوس طرح کی وباء نے اتنے بڑے پیمانے پر تباہی مچائی ہوگی۔ ہر طرف یہی زور اور شور تھا اور آج بھی ہے کہ سرکاری ہدایات پر عمل پیرا ہوں۔چوک چوراہوں اور گلی بازاروں میں پولیس اور نیم فوجی دستوں کا پہرہ دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ بظاہر کوئی جانی دشمن حملہ آور ہونے والا ہے۔اکیلے یا اجتماع، پیدل ہوں یا سوار، غریب ہو یا امیر، عورت ہو یا مرد سب کو ایک ہی دوہائی تھی کہ ماسک پہنیں، سماجی دوری رکھیں، بار بار ہاتھ دھوئیں، سینیٹائیزر کا استعمال کریں۔اب جس وبا کو روکنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے، کیا زمین پر وہ بھی ڈھنگ سے ہو رہا ہے؟ آخر کیوں لوگ ویکسینیشن اور اپنا کرونا ٹیسٹ کروانے سے بھاگ رہے ہیں؟ کیا انتظامیہ اور طبی محکمہ نے عوام کی جانکاری کے لیے کوئی جانکاری کیمپ لگا کر انہیں بیدار کیا؟ یا پھر طاقت کے بل بوتے سب کچھ کرگزرنا لکھا ہے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ کرونا وائرس سے بچاؤ کے اصول وضوابط بھی ٹھیک سے نہ تو بنائے جارہے ہیں، نہ بتائے جارہے ہیں اور نہ سمجھائے جارہے ہیں۔نہ ہی ان دیہی عوام کو ویکسینیشن اور اپنی جانچ کے فوائد سے آگاہ کیا جارہا ہے۔بس اخبار اور ٹی وی کے ذریعہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ آؤ! ویکسین لگواؤ، ٹیسٹ کرواؤ! مگر کہاں اور کیسے؟ اس بارے میں بہت زیادہ ذکر نہیں ہوتا ہے۔اگرچہ اس حوالے سے کچھ غیر سرکاری تنظیمیں اور آرمی کی جانب سے جانکاری کیمپ لگا کر آگاہی اور فوائد بتائے گئے ہیں۔لیکن ابھی طبی عملہ کی جانب سے کوئی ٹھوس قدم عوام کی آگاہی کے لیے نہیں اٹھایا گیا ہے۔

کچھ ایسا ہی حال جموں وکشمیر کے ضلع پونچھ کی چار تحصیلوں کا بھی ہے۔جہاں لوگ کرونا وائرس کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے مسائل، مصائب اور مشکلات سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ہر طرف سے یہی کوششیں کی جاری ہیں کہ لوگوں کو آسانیاں ہوں۔سرکاری طور پر بھی اور غیر سرکاری تنظیموں اور سیاسی، سماجی لوگوں کی جانب سے بھی عوام کو یہی واعظ ونصیحتیں کی جارہی ہیں۔حالانکہ کرونا کے ساتھ ساتھ دیگر معاملات اور مسائل بھی عوام کو درپیش ہیں جس پر سب خاموش ہیں۔ایسا لگ رہا ہے کہ یہاں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔مگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہاں اس لاک ڈاؤن کے نازک ترین دور میں کمزور عوام کو کالا بازاری کرنے والوں نے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رکھا ہے۔بازار میں ناقص اشیاء سرعام دوگنی قیمتوں میں فروخت کی جارہی ہے۔اتنا ہی نہیں مسافر کرایہ بھی من مانے طریقے سے اور کہیں تین گنا اور چوگنا وصولا جارہا ہے۔غرض مہنگائی آسمان چھو رہی ہے۔ایسے میں غریب جیے یا مرے، یہ فیصلہ کرنے کی سوچ وچار میں مبتلا ہے۔اس کے علاوہ عوام کے ساتھ کیا گزر رہی ہے؟ کن مشکلات سے دوچار ہے؟ یا یہ مسائل اور مشکلات کسی کی ملی بھگت سے عوام پر مسلط کئے گئے ہیں؟ عوام کو جواب مطلوب تھا مگر دے گا کون؟

اس حوالے سے جب گاؤں اڑائی کے حاجی نذیر احمد 50 سے بات کی گئی تو ان کا کہنا تھا کہ اس وقت ضلع پونچھ کے اطراف واکناف تمام تر دیہی علاقوں میں اکثر غریب لوگ آباد ہیں۔کرونا وائرس کی وباء نے ان لوگوں کی زندگیوں کو مزید مشکل میں ڈال دیا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ دسوں پریشانیوں کے ہوتے ہوئے انتظامیہ بھی کوئی خاص توجہ نہیں دے رہی ہے۔اگرچہ ضلع ترقیاتی کمشنر پونچھ اندر جیت سنگھ عوامی مسائل پر کام کرنا چاہتے ہیں، لیکن اکیلے ان کے بس میں بھی نہیں ہے کہ وہ سب کچھ کرلیں۔اس وقت دوسرے مسائل کو الگ چھوڑ دیا جائے۔انہوں نے کہا کہ کرونا لاک ڈوان میں مسافر گاڑیوں کے کرائے میں بے تحاشا اضافہ کر دیا گیا ہے۔منڈی سے لورن، منڈی سے سلونیاں، منڈی سے ساوجیاں، منڈی سے اڑائی اور منڈی سے فتح پور تک ڈرائیوروں نے اپنی مرضی سے کرائے میں اضافہ کرلیا ہے۔جہاں سومو اور ٹاٹا میجک کا بیس روپیہ کرایا تھا، وہاں آج پچاس روپیہ وصول کیا جارہا ہے۔سواریاں معمول سے دوگنی بٹھائی جاتی ہیں۔سومو میں جہاں صرف سرکاری حکم نامے کے مطابق پانچ سواریاں بٹھانے کی اجازت ہے لیکن یہاں یہ ڈرائیور بے خوف ہوکر سرعام حکم نامے کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ جب کوئی اس پر سوال اٹھاتا ہے تو بے خوف ہوکر اس کو برا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ ماں بہن کی گالیاں تک دے دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں 29 سالہ نوجوان سماجی کارکن شیراز گیلانی جو سرحدی علاقہ ساوجیاں کے گنتڑ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے مطابق اس وقت منڈی سے گنتڑ اسی روپیہ اور ساوجیاں تک سو روپیہ تک کرایا وصولا جارہا ہے۔جبکہ لاک ڈاؤن سے پہلے ساوجیاں تک پچاس اور گنتڑ تک تیس روپیہ کرایا لیا جاتا تھا۔اب دوگنا سے بھی زیادہ لیا جارہا ہے۔اوورلوڈنگ کر کے بھی اتنا زیادہ کرایا وصول کرنا انتظامیہ کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔بسوں میں چند ایک کو چھوڑ کر کرونا وائرس کے سرکاری احکامات کی کھلے عام دھجیاں اُڑائی جارہی ہے۔وہ بھی جہاں بیس روپیہ وہاں چالیس وصول کررہے ہیں۔

اڈی سلسلے میں محمد اعظم راتھر نے بتایا کہ منڈی سے اڑائی آنے والی دونوں بسوں میں سیٹوں کو برابر کر کے سواریاں کھڑی بھی رہتی ہیں۔پھر بھی چھ کلومیٹر کا چالیس روپیہ وصول کیا جارہا ہے۔غرض کہ ضلع پونچھ کے چپہ چپہ میں اور تحصیل منڈی کے تمام علاقوں میں چلنے والی ٹاٹا سوموں، ٹاٹا میجک، ایکو، وغیرہ میں دوگنا سے زیادہ کرایا وصول کیا جارہا ہے۔نہ اُورلوڈنگ پر پولیس انتظامیہ قابو پاسکی اور نہ ہی کرایا معین کرنے میں آر، ٹی او، یا محکمہ نقل وحمل ہی کامیاب نظر آرہا ہے۔ایسے میں ڈرائیور غریب عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔

اوورلوڈنگ کے حوالے سے پولیس آفیسر منڈی اور محکمہ نقل وحمل کے ضلع آفیسر اے، آر، ٹی، او، وٹریفک پولیس بھی ڈرائیوروں کی من مانی پر قابو نہ پاسکی ہے۔اس حوالے سے ایس ایچ او منڈی نے بتایا کہ ہماری پولیس ہر وقت ہر جگہ ناکے لگانے میں مصروف ہے۔ہر روز چالان اور گاڑیاں ضبط کرنے کے باوجود بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہو پارہا ہے۔یہی پر بس نہیں بلکہ دریا سے نکلنے والی ریت بجری پتھر پر بھی من مانی کرایا وصولا جاتا ہے۔عمارتی لکڑی، فرنیچر، اشیاء خوردنی، کپڑے، غرض ہر چیز پر منہ مانگا مول لیا جارہا ہے۔اور حیرانگی تو اس بات کی ہے آج بازار میں کسی بھی چیز کا کوئی مختص نرخ نہیں ہے۔اور نہ ہی گزشتہ دو سالوں سے کہیں بھی ریٹ لسٹ آویزاں ہے۔یہاں تو تمام جملہ انتظامیہ کے انتظامات جواب دے دیتے ہیں۔ جہاں سیول انتظامیہ تو درکنار پولیس انتظامیہ بھی بے بس لاچار ہو، وہاں اس کرونا کے حساس ترین دور میں بھی امید وفا کس سے ہو۔کوئی تو بتائے کہ یہ غریب عوام کس سے فریاد کرے؟

صالح معاشرہ کی تشکیل میں تعلیم کی اہمیت

محمد ضیاء الحق ندوی

آج ہم جس معاشرہ، سماج، سوسائٹی میں زندگی بسر کررہے ہیں اس کے اندر بیشمار برائیاں اورخرابیاں جنم لے لی ہیں زناکاری، چوری، ڈکیتی، بددیانتی، ظلم وستم، حق تلفی اور بداخلاقی جیسی بیشمار امراض ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں، جہاں دیکھیئے جس طرف دیکھیئے کچھ لوگ بیٹھے ایک دوسرے کی غیبت، چغلخوری اور قتل وفساد برپا کرنیکی اسکیم اور پالیسی میں محو وسرگرداں رہتے ہیں، جس مارکیٹ میں جایئے غیر محرم سے ملاپ اور بے پردگی عام ہوگئی ہے، ایسا محسوس ہوتا کہ برائیوں اور ہر منکر کو ایک عمدہ قسم کا جزدان زیب تن کردیا گیا ہے، لوگ اس سے لطف اندوز ہونا اپنے لئے باعث سرور سمجھتے ہیں، ہر معاشرہ اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور لگتا ہے، معاشرہ وسماج میں رہنے بسنے والے ہر پڑھے لکھے فرد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کی ہمہ وقت فکر کریں اور برائیوں کو ختم کرکے ایک صالح معاشرہ تشکیل دے، اس کے لئے تعلیم یافتہ افراد کا ہونا بہت ضروری ہے، دنیا میں وہی قوم بام عروج کو پہنچ پاتی ہے اور وہی معاشرہ، سوسائٹی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہے جو تعلیم سے منسلک ہوتی ہے اور اپنی آنے والی نسلوں کیلئے تعلیم اور تعلیم گاہیں بطور وراثت چھوڑ جاتی ہے، کیونکہ اس روئے زمین پر انسانی وجود کی بقاء، اسکی نشو ونماء نیز انسانی اقدار اور اس کی کردار سازی کیلئے تعلیم، اور تعلیم یافتہ افراد کا ہونا ایک جزء لاینفک ہے، اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے زمین پر جب اپنا خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا اور فرشتوں کو اس سے آگاہ کیا تو فرشتوں نے کہا کہ آپ زمین پر ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیوں کررہے ہیں جو ہمہ وقت، فتنہ وفساد، قتل وغارت گری برپا کرے گی؟ ہم آپ کی تسبیح اور حمد وتقدیس کیلئے کافی ہیں، تو اللہ جل شانہ نے جواب دیا کہ میری مشیت میں جو کچھ ہے وہ تم نہیں جانتے، بعدہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا ان چیزوں کیا سماء (کائنات میں پائی جانیوالی چیزوں کے نام ان کی خاصیتیں اور انسان کو پیش آنے والی مختلف کیفیات کا علم) بتاؤ تو انہوں نے فوراً سب کچھ بتادیا جو فرشتے نہیں بتا پائے، اس طرح اللہ نے ایک تو فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی تخلیق اور حکمت واضح کردی اور دوسرے یہ کہ دنیاوی زندگی بسر کرنے اور معاشرتی امور ومسائل کو بحسن وخوبی انجام دینے کیلئے علم کی اہمیت اور فضیلت سے بھی آگاہ کردیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صالح معاشرہ کی تشکیل کیلئے تعلیم، اور انسان کا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے، ایک بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ انسانی زندگی کیلئے انسانی معاشرہ ضروری ہے اور اس کی بہترین تشکیل کیلئے تعلیم یافتہ افراد کا ہونا بیحد ضروری ہے ورنہ انسان لاابالی پن کا شکار ہوتا ہے، من مانی زندگی بسر کرتا ہے، شریعت اسلامی سے کوسوں دور رہ کر غیر اسلامی تہذیب وشعار کو اپنا شعار سمجھ کر زندگی بسر کرتا ہے، تو بحیثیت خیر امت ووسط امت کے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے معاشرہ سے مہلک بیماریاں، گندگیاں کو دور کریں فرمان رسول ہے: ”تم میں جو کوئی کسی برائی کو دیکھے تو وہ اپنے ہاتھ سے اس کو روکے اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا وہ اپنی زبان کے ذریعہ روکے اور جو اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا وہ دل میں برا مانے یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے“ (رواہ مسلم) مگر یہ سب جان کر بھی اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے دلوں کا احساس مرچکا ہے، ہم نے اپنے ضمیر کو اتنا سخت کردیا ہے ہمیں کوئی برائی، برائی اور کسی کی تکلیف وپریشانی، پریشانی ہی نہیں لگتی۔اللہ تعالی ہمارے معاشرے سے برائیوں کو دور فرمائے اور آفت وبلا سے محفوظ رکھے۔آمین

Scanned with CamScanner

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۴۲/۱۴۵۸/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ بسوریا)

نام انگوری خاتون بنت محمد شوکت علی مقام مسہری وارڈ نمبر ا ڈاکخانہ پرسونا بلاک لوریا ضلع مغربی چمپارن۔ فریق اول

بنام

نام فیروز میاں ولد ابراہیم میاں مقام ایرانی ٹولہ وارڈ نمبر ۲۸ ڈاکخانہ وبلاک بگہا ضلع مغربی چمپارن۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول انگوری خاتون بنت محمد شوکت علی نے آپ فریق دوم فیروز میاں ولد ابراہیم میاں کے خلاف دار القضاء بسوریا، مغربی چمپارن میں عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ سماعت ۳/صفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۱/ستمبر ۲۰۲۱ء روز سنیچر بوقت ۹/ بجے دن خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۲۱/۲۴۱۵۱/۱۴۴۲ھ

نام فردوس جہاں بنت حاجی قمر الدین مرحوم مقام دریاپور، سبزی باغ، بانکی پور، پٹنہ۔ فریق اول

بنام

نام محمد ارشاد ولد محمد رفیق مقام وڈاکخانہ کرتھا ضلع ارول۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں آپ کی بیوی فریق اول فردوس جہاں بنت حاجی قمر الدین مرحوم نے مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں آپ کے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور دیگر حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ کر آپ کے خلاف معاملہ دائر کیا ہے اور فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۳۰/محرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۸/ستمبر ۲۰۲۱ء روز بدھ کو بوقت ۹/ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۵۵/۲۴۰۸۵/۱۴۴۲ھ

نام رانی خاتون بنت محمد معین مرحوم مقام راجا بازار سمن پورہ ڈاکخانہ بی وی کالج ضلع پٹنہ۔ فریق اول

بنام

نام محمد سلمان عرف سونو ولد چاند مرحوم مقام راجا بازار، سمن پورہ، مدرسہ گلی شیخپورہ ضلع پٹنہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۶/ستمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار بوقت ۹/ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۹/۱۵۵۴/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر مدھوبنی)

نام شمع پروین بنت محمد شکیل مقام بیہہ نگر، ڈاکخانہ بیرول، ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

نام محمد اکرام الحق ولد محمد شکیل مقام دیگھیارڈ اکخانہ لال گنج ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول شمع پروین بنت محمد شکیل نے آپ فریق دوم محمد اکرام الحق ولد محمد شکیل کے خلاف عرصہ چار سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی وجہ سے دار القضاء مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر مدھوبنی میں معاملہ دائر کیا ہے اور فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دار القضاء کو دیں اور تاریخ سماعت ۵/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۳/ستمبر ۲۰۲۱ء روز پیر خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۹/۱۴۶۱/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر مدھوبنی)

نام تبسم پروین عرف فوٹو خاتون بنت محمد گلزار مقام کھورمدن پور ڈاکخانہ بیٹ بھگوان پور ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

نام محمد حبیب ولد محمد عامر مرحوم.............................. فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول تبسم پروین عرف فوٹو خاتون بنت محمد گلزار نے آپ فریق دوم محمد حبیب ولد عامر مرحوم کے خلاف عرصہ دو سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بناء پر دار القضاء گواپوکھر مدھوبنی میں معاملہ دائر کیا ہے اور فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور مورخہ ۴/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۲/ستمبر ۲۰۲۱ء روز اتوار خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۹/۱۵۴۴/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر)

نام روشن خاتون بنت محمد عباس مقام وڈاکخانہ چپاہی وایا رجنگر ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

نام محمد رضوان ولد عبد القیوم مقام وڈاکخانہ بھرول ضلع مدھوبنی............ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول روشن خاتون بنت محمد عباس نے آپ فریق دوم محمد رضوان ولد عبد القیوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر میں آپ کے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق بشمول نان ونفقہ نہ دینے وحق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دار القضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۳/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۱/۹/۲۰۲۱ء روز سنیچر کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۶۳/۱۴۸۵/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر)

نام فیروزہ خاتون بنت رحیم مقام مدھے پور محلہ ائری چودھری گاچھی ڈاکخانہ مدھے پور ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

نام سیمو عرف افتخار علی ولد صفی محمد مرحوم مقام کاشی رام کالونی مکان نمبر ۳۷/۴ محلہ امام باڑہ ضلع گونڈہ (یوپی)۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول فیروزہ خاتون بنت رحیم نے آپ فریق دوم سیمو عرف افتخار علی ولد صفی محمد مرحوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر میں جملہ حقوق بشمول نان ونفقہ وحق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دار القضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت یکم صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۹/۹/۲۰۲۱ء روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۷/۱۷۹/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ جامتاڑا)

نام رضیہ خاتون بنت حسین میاں مقام لکھن پور ڈاکخانہ قدما تھانہ کاٹھی کنڈ ضلع دمکا، جھارکھنڈ۔ فریق اول

بنام

نام محمد یونس ولد صابر ساکن مڑیوں ڈاکخانہ سیلسنی ضلع رام پور، یوپی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف ذیلی دار القضاء امارت شرعیہ دار العلوم وحیدیہ مہوڑا جامتاڑا، جھارکھنڈ میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۹/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۸/۸/۲۰۲۱ء روز سنیچر بوقت ۹/ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۷/۱۷۹/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی)

نام فرزانہ خاتون بنت محمد صابر مرحوم مقام قاضی بہیرہ، ڈاکخانہ نگرڈیہہ ضلع دربھنگہ۔ فریق اول

بنام

نام منا ولد محمد بشیر مرحوم مقام بیل موہن پوپری ڈاکخانہ پوپری ضلع سیتامڑھی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ ودیگر حقوق ادا نہ کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا دعویٰ دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی، دربھنگہ میں پیش کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور مورخہ ۲۲/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۲۱ء روز بدھ بوقت ۹/ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی، دربھنگہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

گردے کے مسائل

سائرہ شاھد

خالق کائنات نے انسان کودوگردوں سے نوازا ہے جوکہ نصف دائرے کی شکل کے دوعضو جودراصل غدود ہیں' گیارہویں پسلی کے نیچے پیٹ کی طرف کمر میں دائیں اور بائیں جانب واقع ہیں۔جوانی اورتندرستی کی حالت میں گردہ تقریباً 11 سم لمبا' 5 سے 7 سم چوڑا اور 2.5 سم موٹا ہوتا ہے۔ ہرگردے میں 10 لاکھ سے زیادہ نالی دار غدودیا نیفران (Nephran) یافلٹر ہوتے ہیں جو مسلسل پیشاب تیارکر کے ان سے لگی نالیوں (Ureters) کے ذریعے قطرہ قطرہ مثانے میں بھیجتے رہتے ہیں'جہاں یہ جمع ہوتا رہتا ہے اور جسے ہم وقفوں سے ارادی طور پرخارج کرتے رہتے ہیں۔

انسانی جسم میں گردوں کے افعال کیاھیں؟

گردے انسانی جسم کے لیے وہی کام کرتے ہیں جوایک ماہرحساب دان ایک کمپنی کے لیے کرتا ہے۔ 24 گھنٹوں کے دوران گردوں میں سے 1500 لیٹرخون گزرتا ہے جس میں سے تقریباً 180 لیٹرپیشاب کشید (فلٹر) ہوتا ہے۔گردے اس میں سے دولیٹرپیشاب خارج کرتے ہیں جوکہ فاسد مادوں اورغیرضروری اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے۔گردوں کے افعال کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت دیکھا جاسکتا ہے۔

گردے میں خرابی پیدا ہونے کی کچھ علامات ہوتی ہیں جنھیں عموماً نظر انداز کردیا جاتا ہے۔جیسے ہی آپ کوگردے سے متعلق خدشات کا علم ہوتو اسکی تشخیص کے بعد اسکا فوری علاج زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔گردے کی خرابی صحت کے بڑے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے جس سے بہت کم لوگ آگاہ ہوتے ہیں۔

علامات

ذیل میں کچھ ایسی ہی علامات کا تذکرہ ہے جوگردے میں ہونے والی خرابیوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ا۔پیشاب میں تبدیلی اگر پیشاب تھوڑا تھوڑا اور بار بار آتا ہے اوراس میں سے تیز بدبو آتی ہواور پیشاب کی رنگت سرخ اور کبھی سیاہ ہوتی ہواور اکثر پیپ بھی آتی ہو۔اگرآپ ان میں سے کوئی بھی علامت محسوس کریں تو یہ ضروری ہے کہ آپ ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ عام طور پر پیشاب میں نمودار تبدیلیاں گردے کے مسائل کی نشاندہی کرتی ہیں۔

کمزوری

سردی سے بخار کا چڑھنا،طبیعت مالش کرنا،اور قے آنا اسکے علاوہ جسم روز بروز لاغر ہونا، پیاس، سردرد، اور بے خوابی کی شکایت کے پیش نظر آپ اپنے ڈاکٹر سے رجوع کریں اور اپنا معائنہ کروائیں۔ان علامات کا نمودار ہونا آپکی اندرونی صحت کی خرابی کی علامت ہے۔۳۔پیٹھ کے نچلے حصے میں درد پیٹھ کے نچلے حصے میں درد وتکلیف گردے کی خرابی کی سب سے اہم علامات میں سے ایک ہے۔درد ایک طرف یا دونوں اطراف میں شروع ہوسکتا ہے۔اگر علاج نہ کیا جائے تو یہ درد مختصر مدت کے دوران دونوں اطراف پر اثرانداز ہوسکتا ہے۔کبھی کبھی یہ درد گردے کے اطراف یا اوپر کی طرف بھی ہوتا ہے۔

سوجن

جب گردے ٹھیک طرح سے کام نہیں کررہے ہوتے تو فاضل سیال جمع ہونے کے باعث یہ ورم اورسوجن کا سبب بن سکتے ہیں۔یہ ورم ہاتھوں، پیروں، ٹانگوں، ٹخنوں،اور چہرے پر جمع ہوسکتا ہے اوراگرخرابی زیادہ ہوجائے تو یہ ورم پھیپھڑوں تک بھی پہنچ سکتا ہے۔

جلد کے مسائل

گردوں کے غیرتسلی بخش کام کے باعث جسم میں ٹاکسن میں اضافہ ہوتا ہے۔جس کے نتیجہ میں جلد کے مسائل جیسے خشکی، ریشز،اور کھجلی کے مسائل ہو سکتے ہیں۔اس سلسلے میں مختلف علاج، نسخے اور قدرتی اجزاء کی بڑی تعداد ہیں جو آپکی مدد کرسکتے ہیں تاہم یہ اسکی بنیادی وجہ کوحل کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

آکسیجن کی کمی

گردوں کا اہم کام ایتھروپوئیٹن کی پیداوار ہے۔ یہ خون میں آکسیجن کی کمی سے گردوں میں پیدا ہونے والا ہارمون ہے جوہڈیوں کے گودے پراثر کرکے خون کے سرخ خلیوں کی تیاری کا باعث بنتا ہے۔جسم میں سرخ خلیات کی کمی اینیمیا اورآئرن کی کمی کا باعث بن سکتی ہے۔آئرن کی کم سطح کے باعث گرم ماحول میں بھی سردی، کمزوری اورتھکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔آکسیجن انسانی جسم میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے اور جب یہ مناسب طریقے سے منتقل نہیں ہوتی تو جسم کے مختلف نظام متاثر ہوتے ہیں۔

منہ کا خراب ذائقہ اور بو

اگرآپکوکسی بھی چیز کا ذائقہ (Taste) بدلا ہوا محسوس ہو،کھانے میں کسی بھی چیز کا ذائقہ آپکواچھا نہ لگے،منہ میں بدبومحسوس ہو،آپ کوگوشت کھانے کا دل نہ کرے اورنہ کھانے کے باعث آپکا وزن تیزی سے کم ہونے لگے تو یہ گردے کی خرابی کی علامت ہوسکتی ہے۔

مفید تجاویز

ا۔زیادہ سے زیادہ پانی کا استعمال کریں
۲۔تمباکونوشی سے پرہیز کریں۔
۳۔اپنے آپ کوروزانہ جسمانی سرگرمیوں میں مشغول رکھیں۔
۴۔کافی، چاکلیٹ اورچینی سے بچیں۔
۵۔کرینبیری) کروندا(کا جوس پیئیں۔
٦۔زیادہ ٹھنڈی اشیاء اورٹھنڈے مشروبات سے پرہیز کریں۔
۷۔اعتدال میں رہتے ہوئے روزانہ اپنی غذا میں پروٹین، کاربوہائیڈریٹ اورمعیاری چربی کا استعمال کریں۔
۸۔زیادہ کھانے اوردیر رات کھانے سے پرہیز کریں۔

هفتۂ رفتہ — راشد العزیری ندوی

دیوبند میں یوگی حکومت اے ٹی ایس کمانڈو سینٹر قائم کرے گی

اترپردیش کی یوگی حکومت نے دیوبند میں اے ٹی ایس کمانڈو سینٹر کے قیام کا فیصلہ کیا ہے، یوپی حکومت کا کہنا ہے کہ طالبان کے حامی اور دہشت گردی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے یوگی سرکار نے سہارنپور کے دیوبند میں انسداد دہشت گردی دستہ (اے ٹی ایس) کمانڈو سینٹر بنانے کا فیصلہ لیا ہے اوراس کے لیے 2 ہزار مربع میٹر زمین بھی الاٹ کی گئی ہے۔اس سینٹر میں 15 سے زائد اے ٹی ایس تیز طرار افسران تعینات ہوں گے اور بڑی تعداد میں اے ٹی ایس کمانڈو بھی یہاں تیار کیے جائیں گے،دیوبند اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز مانا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اپوزیشن نے سرکار کے اس فیصلے کوسیاسی ہتھکنڈہ قرار دے دیا، سماجوادی پارٹی کے ترجمان رام گووند چودھری نے کہا کہ حکومت مسلمانوں کوڈرانے کی کوشش کررہی ہے، رام گووند چودھری نے کہا کہ دیوبند میں مذہبی تعلیم دی جاتی ہے، اسلئے سرکار مسلمانوں کوڈرانے کے لیے ایسا کررہی ہے، انہوں نے آبادی کنٹرول قانون کولے کرسرکار پرنشانہ سادھا، چودھری نے اس معاملہ میں افغانستان اور طالبان جوڑنے پر بھی سخت اعتراض ظاہر کیا ہے، ادھر علاقائی رکن اسمبلی کنور برجیش سنگھ نے بتایا کہ دیوبند کے ریلوے روڈ پر اے ٹی ایس کمانڈو سینٹر کے قیام کا فیصلہ ریاستی حکومت نے لے لیا ہے، اے ٹی ایس سینٹر کے قیام کولے کرعلاقائی انتظامیہ کی جانب سے حکومت کوگزشتہ دنوں دیوی کنڈ روڈ پرواقع گاؤں شالہ کے نزدیک سمیت تین الگ الگ مقامات کی تجویز بھیجی گئی تھی، جسے ریلوے روڈ واقع ایک پلاٹ پرسینٹر بنانے کی منظوری دے دی گئی ہے، اس سلسلہ میں دیوبند اسمبلی کنور برجیش سنگھ نے شہر میں اے ٹی ایس سینٹر کے قیام کے لئے وزیراعلیٰ اترپردیش یوگی آدتیہ ناتھ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ دیوبند ایک حساس علاقہ ہے اور یہاں سے اس قبل بھی کچھ مشتبہ گرفتار کئے جاچکے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس سے قبل رونما ہوئے کچھ واقعات کے بعد انہوں نے اس سلسلہ میں حکومت کوآگاہ کرتے ہوئے افسران کے ساتھ غوروخوض کیا تھا، جسے حکومتی سطح پرسنجیدگی سے لیا گیا ہے اورکافی وقت سے سینٹر بنانے کے قیام کے لئے زمین کی تلاش کی جارہی تھی، اسمبلی رکن کنور برجیش سنگھ نے کہا کہ دیوبند میں اے ٹی ایس کے دفتر کا قیام ہوجانے سے آس پاس کے اضلاع کوبھی اس کا فائدہ ہوگا، اسی کے ساتھ ساتھ کچھ انتہا پسند تنظیموں نے بھی حکومت کے اس فیصلہ کا خیرمقدم کیا ہے۔

پیگاسس جاسوسی کیس: سپریم کورٹ کا مرکزی حکومت کونوٹس

سپریم کورٹ نے پیگاسس جاسوسی کیس پرمرکزی حکومت کونوٹس جاری کیا ہے، عدالت نے واضح کیا کہ وہ حکومت کو قومی سلامتی کے نقطہ نظر سے کوئی حساس کام کرنے پر مجبور نہیں کررہی ہے، چیف جسٹس این وی رمنا کی سربراہی میں بنچ نے کہا کہ ہم داخلہ سے پہلے نوٹس جاری کررہے ہیں، کمیٹی کی تشکیل کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا، عدالت نے 10 دن بعد معاملے کی سماعت کا حکم دیا، سماعت کے آغاز پرسینئر وکیل کولن گونزالویز نے کہا کہ میں نے سافٹ ویئر فریڈم لاء سینٹر کی جانب سے درخواست دائر کی ہے، یہ ایک ماہر تنظیم ہے، پھر چیف جسٹس نے کہا کہ آپ کو بھی سنا جائے گا، عدالت نے سالیسیٹر جنرل تشار مہتا سے پوچھا کہ کیا آپ مزید حلف نامہ داخل نہیں کرنا چاہتے؟ پھر مہتا نے کہا کہ حکومت ہند عدالت کے سامنے ہے، درخواست گزار چاہتے ہیں کہ حکومت سافٹ ویئر کے بارے میں بتائے جس سے پتہ چلے کہ یہ کون سا ہے، کون سا نہیں ہے، یہ سب کچھ قومی سلامتی کے مفاد میں حلف ناموں کی صورت میں بیان نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے کہا کہ ہم ماہر کمیٹی کوسب کچھ بتائیں گے، کل ایک ویب سائٹ فوجی سازوسامان کے استعمال سے متعلق کوئی خبر شائع کرتی ہے، کیا ہم ان تمام چیزوں کوعوامی طور پر ظاہر کرنا شروع کردیں گے؟ حکومت ہند کمیٹی کوسب کچھ بتائے گی، یہ سب حلف نامے میں بیان نہیں کیا جاسکتا، کمیٹی عدالت کو رپورٹ دے گی، پھر چیف جسٹس نے کہا کہ ہم میں سے کوئی بھی قومی سلامتی پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتا، ہم حساس چیزیں نہیں پوچھ رہے ہیں؛ لیکن درخواست گزار شہریوں کی رازداری پرسوال اٹھا رہے ہیں، اگرکوئی قانونی جاسوسی ہوئی ہے تو، جس ادارے کواجازت دی گئی ہے وہ حلف نامہ داخل کرے۔

این ٹی پی سی نے 47 عہدوں کے لئے نکالی ویکنسی

کورونا دور میں جہاں لوگوں کونوکری نہیں مل رہی ہیں، ایسے میں میڈیکل حلقہ میں ڈگری حاصل کرنے والے امیدواروں کے لئے اچھی خبر ہے۔این ٹی پی سی میں انہیں کام کرنے کا موقع ملے گا، کیونکہ این ٹی پی سی نے 47 عہدوں پرویکینسی نکالی ہے۔اس کے لئے 02 ستمبر تک دفتر کے ویب سائٹ www.ntpccareers.net پر آن لائن درخواست کرسکتے ہیں۔این ٹی پی سی نے میڈیکل سپیشلسٹ جنرل میڈیسن کی 16، پیڈیاٹرکس کی 11 اور اسسٹنٹ افسر فنانس کی 20 آسامیاں پر بحالی ہونی ہے۔ایم بی بی ایس برائے جنرل میڈیسن برائے ایم ڈی/ڈی این بی جنرل میڈیسن، ایم بی بی ایس برائے پیڈیاٹریکس برائے ایم ڈی/ڈی این بی پیڈیاٹرکس یا ایم بی بی ایس برائے پی جی ڈپلوما ان چائلڈ ہیلتھ کے علاوہ ایک سے دوسال کا کام کا تجربہ ہونا چاہیے۔اس کے لیے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد 37 سال مقرر کی گئی ہے۔ایس ٹی، ایس سی کے لیے پانچ سال، اوبی سی کے لیے تین سال، پی ڈبلیوڈی کے لیے دس سال کی عمر کی حد میں نرمی ہے۔منتخب امیدواروں کوہرماہ 70 ہزار سے دولاکھ روپے تنخواہ دی جائے گی۔

Volume:61/71,Issue:33 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

کیسے اللہ والے ہیں یہ اے خدا
گفتگو، مشورے، سازشوں کی طرح
(حفیظ میرٹھی)

انصاف کی لڑائی کی مشکل رہ گذر

یعقوب مرتضیٰ

بھارت کے آئین نے بھلے ہی سب کے ساتھ عدل، مساوات اور برابری کا حکم دیا ہو اور اس بات کی گارنٹی دی ہو کہ آزادی کے بعد سب کو یکساں قانونی تحفظات فراہم کیے جائیں گے؛ لیکن اس صداقت کے باوجود یہ ایک تاریخی تلخ حقیقت ہے کہ اقلیتوں؛ خاص کر مسلمانوں کے ساتھ عملی طور پر عدل ومساوات کا وہ پیمانہ قائم نہیں کیا گیا جس کے وہ حقدار تھے، لہٰذا وہ اپنے ہی ہاتھوں آزاد کرائے اپنے ہی ملک میں خوف کے سائے تلے زندگی کی صبح وشام گزارتے ہیں، ظلم وزیادتی، استحصال اور ناانصافی کے شکار ہوتے رہتے ہیں، کبھی ملک کے لئے ان کو خطرہ بتا کر انہیں جیلوں میں بند رکھا جاتا ہے، تو کبھی اسلامی دہشت گردی کے نام پر، تو کبھی یواے پی اے (UAPA) اور این ایس اے (NSA) لگا کر ان کی آزادی سلب کر لی جاتی ہے اور ناانصافی کی حدیں تو یہاں تک پہونچ چکی ہیں کہ ان کے لباس، ان کے کھانے پینے، ان کے طرز زندگی حتی کہ مسلم نام سے بھی اب ہمارے برادران وطن کے ایک بڑے طبقے کو نفرت ہونے لگی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مسلمان ہونا ہی جرم بن گیا ہو، مسلمانوں کے لیے عدل و انصاف کے حصول کے تئیں قانون کی رہگزر کتنی مشکل ہوگئی ہے اس کا اندازہ ملک میں رونما ہونے والے واقعات کی روشنی میں لگایا جاسکتا ہے

(1) کیرلا کے ایک صحافی صدیق کپن جو کہ ہاتھرس میں دلت لڑکی کے ساتھ ہوئے ریپ معاملے کی رپورٹنگ کرنے آئے تھے، ان کے خلاف امن وشانتی بگاڑنے کا جھوٹا الزام لگا کر انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا جاتا ہے، طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں اور یوپی سرکار کی طرف سے پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ضخیم چارج شیٹ پیش کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی سنسنی خیز معاملے کی رپورٹنگ کرنے سے ماحول بگڑتا ہے تو صدیق سے پہلے اور بعد میں بھی بہت سے پترکاروں نے رپورٹنگ کی پھر ان سے ماحول کیوں نہیں خراب ہوا؟ ذرا اندازہ لگائیے کہ یوپی سرکار کی طرف سے صدیق کے خلاف کیسے کیسے بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہوں گے کہ اس کے لیے پانچ ہزار صفحات پر مشتمل چارج شیٹ داخل کرنے کی ضرورت پڑی؟ سچائی یہ ہے کہ صدیق کے نام کے ساتھ مسلمان جڑا ہوا ہے، اس لئے ان کے خلاف جھوٹے الزامات لا ایک پلندہ تیار کر کے سنسنی خیز معاملہ کو ٹھنڈک پہونچانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ حقیقت پر پردہ پڑ جائے۔

(2) حال ہی میں جہاں پوری دنیا کرونا سے لڑ رہی تھی وہیں ہمارے اپنے ہی بھارت میں یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ ملک کے مختلف علاقوں میں اذان پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا جیسا کہ الہ آباد یونیورسٹی کی وائس چانسلر سنگیتا سری واستو نے ڈی ایم (DM) کو ایک خط میں لکھا کہ اذان سے ان کی نیند میں خلل پڑتا ہے اور نتیجتاً وہاں کے مقامی مسجد کے مائک کی آواز کو کم کر دیا گیا، کچھ ایسا ہی واقعہ اعظم گڑھ اور دیگر علاقوں میں پیش آیا جہاں اذان پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ یہ کیسی آزادی ہے جو پابندی لگائی جارہی ہے؟ ہندو برادری کی یہ کیسی مذہبی رواداری ہے؟ اور مسلمانوں کے مذہبی امور کا یہ کیسا احترام ہے کہ ایک سے دو منٹ تک کہی جانے والی اذان بھی کانوں پے گراں گزرتی ہے اور اس سے خلل ہونے لگتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ پریشانی آواز سے نہیں ہے ورنہ تو بہت سی دوسری بے ہنگم آوازیں شہروں ہی نہیں بلکہ دیہاتی علاقوں میں ہمہ وقت شور مچاتی رہتی ہیں؛ لیکن نہ تو کوئی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی نیند میں خلل پڑتا ہے، ان کی اصل پریشانی اذان سے نہیں ہے، مسلمانوں کے مذہبی امور سے ہے۔

(3) اسی ناانصافی سے جڑا ایک اور کڑوا سچ تب سامنے آیا جب سیمی (SIMI) سے جڑے ہونے کے الزامات میں 127 لوگوں کے حق میں سورت کی ایک عدالت نے 20 سال بعد رہائی کا فیصلہ سنایا۔

بیس سالوں بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچی کہ ان کے خلاف لگائے گئے سارے الزامات بے بنیاد تھے؛ لیکن کیا آج ان کے ساتھ انصاف ہوا؟ بالکل نہیں۔ دیر سے ملا ہوا ہر انصاف ناانصافی ہے، بیس سال کسی بے بنیاد معاملے کی سچائی جاننے میں لگ جانا فوجداری نظامِ انصاف پر سوالیہ نشان لگاتا ہے، یہ کیسا نظامِ انصاف ہے جس میں وقت پے سچائی سامنے نہیں آتی ہے؟ بیس سال ایک انسان کی زندگی کی اچھی خاصی عمر ہے اور اس بات کا واضح ثبوت یہ کیس خود ہے جس میں بری ہونے والے 127 لوگوں میں سے پانچ افراد کی موت اس لمبے مقدمے کی سماعت کے دوران ہی ہو جاتی ہے، قانون بھلے ہی یہ بات کہتا ہو کہ جس انسان کے خلاف الزامات ثابت نہیں ہوئے وہ انسان بے گناہ اور معصوم ہے؛ لیکن کیا عدالت سماج کی نگاہوں میں اسے بے گناہ ثابت کر پائے گی؟ کبھی نہیں؛ کیونکہ جس انسان کے خلاف ایک بار کسی جرم میں ملوث ہونے کا الزام لگ گیا، بھلے ہی الزام بے بنیاد ثابت ہو جائے؛ لیکن وہ انسان ہمیشہ ہمیش کے لئے سماج کی نگاہوں میں مجرم بن جاتا ہے، یہی ہمارے سماج کی سچائی ہے جو ہمیں تسلیم کرنا ہی ہوگا۔

بری ہونے والے لوگوں میں سے 122 جواب بھی زندہ ہیں جن میں سے اکثر وبیشتر پڑھے لکھے تھے، کوئی کسی یونیورسٹی کے پروفیسر تھے تو کوئی افسر تو کوئی کسی اور دوسری ملازمت سے جڑے ہوئے تھے، ان کی نوکریاں چلی گئیں، انہوں نے بیس سال عدالت کے چکر لگائے، لاکھوں روپے خرچ کیے، ان کو اور ان کے خاندان والوں کو برسوں ذہنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، ان کی خوشی چھین لی گئی، جسمانی سکون غارت کیا گیا، اور ان کی زندگی کے قیمتی بیس سال برباد کر دیے گئے، کیا ہماری عدلیہ کے پاس ان کے قیمتی 20 سالہ عرصے اور اس میں انصاف کے لیے کی گئی تگ ودو کا کوئی جواب ہے؟ یقیناً نہیں ہے۔ یہ ایسی کھلی ہوئی ناانصافی ہے جس میں سوائے افسوس کے کچھ ہاتھ نہیں آنے والا۔

(5) الیاس اور عرفان کی کہانی بھی افسوسناک ہے جن کو ممبئی ہائی کورٹ نے 17 جون کو تمام یو اے پی اے (UAPA) چارجز ختم کرتے ہوئے رہائی دی، انہیں اپنی بے گناہی ثابت کرنے اور عدالت کو انہیں بے گناہ پانے میں زندگی کے قیمتی نو سال لگ گئے، مشہور پترکار روش کمار نے اپنے پرائم ٹائم میں صحیح سوال پوچھا تھا کہ "کیا ان نو سالوں میں عدالت اپنا کام کر رہی تھی یا عدالت سے اپنا کام کرایا جارہا تھا؟"

(6) اسی عالمی وبائی مرض کرونا کو جہاں پوری دنیا وائرس بتا رہی تھی وہیں یہ بھی مشاہدہ کرنے کو ملا کہ سرکار نے اپنی ذمہ داری کی ناکامی کو چھپانے کے لئے تبلیغی جماعت والوں کو کس طرح بدنام کیا، ان پر کرونا پھیلانے کے جھوٹے الزامات لگا کر انہیں ملک کے مختلف جیلوں میں بند کیا گیا، انہیں کرونا جہادی اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا جس کی بعد میں ملک کی مختلف عدالتوں نے شدید لفظوں میں مذمت کی، تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ جب ملک کے مختلف علاقوں اور شہروں سے مہا کمبھ میلے میں شرکت کے لیے لاکھوں کی تعداد میں لوگ جو در جوق گئے، جہاں نہ دو گز دوری، ماسک بے ضروری جیسے قانون کا خیال رکھا گیا بلکہ کھلے عام بھیڑ جمع ہوئی اور ڈساسٹر مینجمنٹ ایکٹ کی کھلے عام خلاف ورزی کی گئی؛ لیکن آستھا کا مسئلہ بتا کر چپی سادھ لی گئی، ان پر کرونا وائرس پھیلانے کا کوئی الزام اور نہ ہی کوئی قانونی کاروائی کی گئی؛ جب کہ سچائی یہ ہے کہ سینکڑوں لوگ کرونا پوزیٹیو پائے گئے۔

(7) "لو جہاد" کے نام پر بھی مسلمانوں کو ٹارگٹ کیا گیا اور وقتاً فوقتاً کیا جاتا رہتا ہے، اس سیاسی ہتھکنڈے کے شکار بہت سے مسلم نوجوان اب بھی پس دیوار زنداں ہیں، ان کی فیملی کو ہراساں کیا جارہا ہے اور معاشرے میں ان کی پر سکون زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے۔

یہ سب کے سب ناانصافی اور عدلیہ وانتظامیہ کے عملی نفاق وسانٹھ گانٹھ کی ایسی منہ بولتی تصویر ہے، جس سے اس بات کا اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے قانون کی رہگزر کتنی مشکل اور پر خطر ہے، اگر سڈیشن لا (sedition law) یو اے پی اے (UAPA) اور ان جیسے دیگر غیر قانونی ایکٹس کی بات کی جائے تو وہ صرف اور صرف سرکار کی غلط پالیسیوں پر تنقید کرنے والے اور خاص کر مسلم آواز کو دبانے کا ایک مضبوط ہتھیار بن چکا ہے، میرے خیال میں اس کو ختم ہونا چاہیے، حالیہ برسوں میں جس طریقے سے ان قوانین کا بہت ہی زیادہ بیجا استعمال کیا گیا ہے وہ ہمارے سامنے عیاں ہے، ابھی چند ہفتہ قبل دہلی ہائی کورٹ نے اسٹوڈنٹس اکٹیوسٹس نتاشا نروال، دیونگنا کلیتا اور آصف اقبال تنہا کو بیل عطا کرتے ہوئے "دہشتگردی" اور "پروٹسٹ" کے مابین جس فرق کو واضح کیا ہے وہ یقیناً ایک قابل ستائش قدم ہے اور امید کی کرن بھی؛ لیکن کیا سرکار کورٹ کے اس بیان پر آئندہ دھیان دے گی یا پھر پس پشت ڈال دے گی، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ کورٹ نے کہا: ایسا لگتا ہے کہ اسٹیٹ کی نگاہ میں جو مخالف آوازیں ہیں وہ ان کو دبانے کے چکر میں، حق احتجاج اور دہشت گردانہ عمل کے درمیان کا جو فرق ہے وہ کچھ نہ کچھ دھندھلا ہوتا جارہا ہے، اگر یہ مائنڈ سیٹ راہ ہموار کر لیتا ہے تو ڈیموکریسی کے لیے وہ ایک غمناک دن ہوگا۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان تمام مسائل کا جامع حل تلاش کریں، وہ اپنے بچوں کو ہر میدان کی اعلیٰ تعلیم دیں، آبادی میں اپنے تناسب کے مطابق ہر میدان میں پائی جانے والے خلا کو پر کریں، اپنے بچوں کو وکیل اور جج بنائیں؛ تاکہ وہ آپ کے لیے قانون کی رہ گزر کو آسان بنا سکے، آپ کے بنیادی اور انسانی حقوق کی حفاظت ہو سکے، ایک وقت بھوکے سونے کی ضرورت پڑے تو سو جائیں؛ لیکن اپنے بچوں کو قانون کا ماہر ضرور بنائیں، اسی میں کامیابی پا کر آپ کے موجودہ مسائل کا حل نکلے گا اور انصاف کی لڑائی میں مشکل راہیں آسان ہوں گی۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile:9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

WEEK ENDING- 23/08/2021, Fax: 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب — قیمت فی شمارہ -/8 روپے — ششماہی -/250 روپے — سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner